﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :- نصیر احمد قمر

جلد۱۱ | جمعۃ المبارک ۹/جولائی ۲۰۰۴ء | ۲۰/جمادی الاوّل ۱۴۲۵ھ ہجری قمری ۹/وفا ۱۳۸۳ھ ہجری شمسی | شمارہ ۲۸

شہرت اور دکھاوا

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
قیامت کے دن پہلے تین افراد جو آگ میں ڈالے جائیں گے یہ ہیں:

(۱) حافظ قرآن جس نے شہرت کی خاطر قرآن حفظ کیا۔(۲) وہ دولت مند جو دکھاوے کی خاطر خرچ کرتا ہے۔(۳) وہ شہید جو بہادری دکھانے کے لئے لڑا اور مارا گیا۔

(جامع ترمذی کتاب الزهد باب الریا)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

امن کی راہ یہی ہے کہ انسان خالصتاً رُو بخدا ہو۔اس کے ساتھ اپنے تعلقات کو صاف کرے اور بڑھائے۔مَیں تو اس راہ پر چلانا چاہتا ہوں اور یہی اصل غرض ہے۔

’’اصل بات یہی ہے کہ انسان کا دل خدا تعالیٰ کی خالص محبت سے اس طرح پر لبریز ہو جاوے جیسے کہ عطر کا شیشہ بھرا ہوا ہو اور خدا تعالیٰ اس سے خوش ہو جاوے۔ یہ مُراد اگر مل جاوے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی مُراد نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سے ایسی اقرب اور تعلق ہو کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کا تخت گاہ ہو تو یہ ناممکن ہے کہ یہ اس کے انوار و برکات سے مستفیض نہ ہو اور اس کا کلام نہ سُنے۔

اگر چاہتے ہو کہ اس کا کلام سُنو تو اس کا قرب حاصل کرو۔ مگر یاد رکھو کہ اصل مقصود تمہارا یہ نہ ہو۔ ورنہ میرا اپنا یہی مذہب ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا شرک ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کی محبت کی غرض اصل تو یہ ہوئی کہ الہام ہوں یا کشوف ہوں اور پھر باریک طور پر اس کے ساتھ نفسانی غرض یہ ملی ہوئی ہوتی ہے کہ اس سے ہماری شہرت ہو۔ لوگوں میں ہم ممتاز ہوں۔ ہماری طرف رجوع ہو۔ یہ باتیں صافی تعلقات میں ایک روک ہو جاتی ہیں اور اکثر اوقات شیطان ایسے وقت پر قابو پا لیتا ہے۔ وہ باریک نفسانی غرض کو پالیتا ہے۔ پھر نفسانی خواہشیں بھی آنے لگتی ہیں اور اس طرح پر آخر موقعہ پر شیطان ہلاک کر دیتا ہے۔ اس لئے نہایت امن کی راہ یہی ہے کہ انسان اپنی غرض کو صاف کرے اور خالصتاً رُو بخدا ہو۔ اس کے ساتھ اپنے تعلقات کو صاف کرے اور بڑھائے اور وجہ اللہ کی طرف دوڑے۔ وہی اس کا مقصود اور محبوب ہو اور تقویٰ پر قدم رکھ کر اعمال صالحہ بجالاوے۔ پھر سنّت اللہ اپنا کام آپ کرے گی۔ اس کی نظر نتائج پر نہ ہو بلکہ نظر تو اسی ایک نقطہ پر ہو۔ اس حد تک پہنچنے کے لئے اگر یہ شرط ہو کہ وہاں پہنچ کر سب سے زیادہ سزا ملے گی تب بھی اسی کی طرف جاوے۔ یعنی کوئی ثواب یا عذاب اس کی طرف جانے کا اصل مقصد نہ ہو۔ محض خدا تعالیٰ ہی اصل مقصد ہو۔ جب وفاداری اور اخلاص کے ساتھ اس کی طرف آئے گا اور اس کا قرب حاصل ہوگا تو یہ وہ سب کچھ دیکھے گا جو اس کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہ گزرا ہوگا۔ اور کشوف اور خواب تو کچھ چیز ہی نہ ہوں گے۔ پس میں تو اس راہ پر چلانا چاہتا ہوں اور یہی اصل غرض ہے۔ اسی کو قرآن شریف میں فلاح کہا ہے ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾۔ (الشمس:۱۰)۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۷۷)

فرمودات خلفاء

جماعت کی بعض خوبیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو سادات کی یا سرداروں کی یعنی قیادت کرنے والوں کی جماعت بنایا ہے۔ ہماری جماعت ایسی جماعت نہیں ہو کہ جس میں سے ایک کے قائد بن جانے کے بعد باقی ساری کی ساری جماعت میں قائدانہ صلاحیتوں کا فقدان ہو۔ کیونکہ پھر تو چوٹی کی بلندیاں اونچی نہیں ہوتیں۔ چوٹی کے لئے تو پھر اتنے بلند زاویئے بھی قائم کرنے پڑتے ہیں اور اس ڈھلوان پر چاروں طرف سے Queue (کیو) لگا ہوتا ہے۔ قطار بنی ہوتی ہے جن میں سے ہر ایک اہل ہوتا ہے اس بات کا اگر اللہ تعالیٰ کا منشاء اس طرح ہو کہ اگر مثلاً ایک نوجوان چالیس سال کا ہو گیا ہے تو اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹے تو دوسرا آگے قدم بڑھا کر اس کی جگہ لے لے جس کی تربیت انتظامی لحاظ سے بھی ہو اور جس پر روحانی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت بھی ہو۔ پس یہ جماعت ہی سرداروں کی جماعت۔ اس کی راہ میں بے ہوش پڑے ہوئے افراد تو آپ کو نظر آئیں گے لیکن ان کی تعداد بڑی تھوڑی ہے یہ جماعت ایک مضبوط دل رکھنے والی اور بڑی ہی پیاری جماعت ہے مجھے تو ان لوگوں کے خطوط آتے رہتے ہیں جنہیں غیر بڑی تکالیف پہنچاتے ہیں۔ ابھی آج ہی میں ڈاک میں ایک خط پڑھ کر آیا ہوں کہ اس طرح ہم نئے نئے احمدی ہیں اور اس طرح پر ہمیں تنگ کیا جا رہا ہے لیکن ہم نے لوگوں کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کی اور ہم پوری مضبوطی کے ساتھ اور علی وجہ البصیرت احمدیت پر قائم ہیں اور مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور حقیقت یہی ہے اور قرآن کریم نے بھی اس پر روشنی ڈالی ہے کہ وہ جماعت جس میں ثبات قدم پایا جاتا ہے۔ اس پر ملائکہ (فرشتے) بھی رشک کرتے ہیں۔‘‘

(مشعل راہ جلد دوم۔صفحہ ۲۱۵)

روحانی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ جس تعلیم کو مانتے ہو اس پر عمل بھی کرو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’بعض لوگ بہت شور مچایا کرتے ہیں کہ ہماری روحانیت ترقی نہیں کرتی۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ عملاً وہی کچھ نہیں کرتے جو ان کے دل میں ہوتا ہے۔ اسلام کا حکم ہے صبر کرو۔ وہ دل سے تو اسے مانتے ہیں لیکن جب موقع آئے تو صبر نہیں کرتے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کو معلم بنانا نہیں چاہتے اس لئے وہ جس مقام پر کھڑے ہوتے ہیں اس سے آگے ترقی نہیں کر سکتے۔ بلکہ بعض اوقات گر جاتے ہیں۔ یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہے۔ بعض لوگ آپ پر ایمان تو لے آئے لیکن انہیں معلّم نہیں بناتے۔ اگر آپ لوگ غور کریں کہ اس مہینے میں ہی آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کون سے نئی بات سیکھی ہے تو بہت سے ایسے نکلیں گے جنہیں معلوم ہو جائے گا کہ کئی سال سے انہوں نے کوئی نئی بات نہیں سیکھی۔ دراصل سچا معلم وہی ہو سکتا ہے جو ہر آن راہبری کرے اور ہر وقت رستہ دکھلائے۔ دنیا میں ہی دیکھ لو جو عزت تمہارے دل میں تمہارے موجودہ استاد کی ہے اتنی اس کی نہیں جو کسی گزشتہ زمانہ میں تھا۔ پس حقیقی معلّم وہی کہلا سکتا ہے جو ہر وقت کا استاد ہو۔ اس لئے اگر محمد رسول اللہ ﷺ سے ہر وقت کچھ نہ کچھ سیکھتے ہیں تو وہ معلّم ہیں ورنہ نہیں۔ نہ سیکھنے کے یہ معنے ہوں گے کہ یا تو آپ کی تعلیم ختم ہو گئی ہے یا ہم نے آپؐ کو معلّم ماننا چھوڑ دیا ہے۔

یہی بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہے اور اسی طرح خلافت کا حال ہے۔ اگر خلیفہ کے وعظ کو سن کر صرف سبحان اللہ اور واہ واہ ہی کر دیا اور اس پر عمل نہ کیا تو وہ معلّم کیسا ہوا۔ اگر اسے معلّم کہتے ہو تو اس کے وعظ کو شاگرد کی طرح سنو اور اس پر عمل کرو۔ اوّل تو ہر خطیب ہی معلّم ہے مگر وہ شخص جس کے ہاتھ پر دیانتداری سے بیعت کی ہو اس کے خطبہ پر تو ضرور ہی عمل کرنا چاہئے۔ لیکن اگر عمل نہیں تو یہ سب کچھ صرف عادتاً ہی ہے، ایمان نہیں۔ اور ایسا شخص معلّم ماننے کا دعویٰ کبھی نہیں کر سکتا۔ اس کی بیعت محض دکھاوا ہے چاہے اس کے دل میں اخلاص ہی ہو مگر اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ دکھاوا ہی ہے۔ پس مَیں بار بار توجہ دلاتا ہوں کہ اس تعلیم کو دل میں داخل کرو۔

امید تو بے شک کسی کے متعلق نہیں کی جا سکتی کہ وہ سب کچھ ایک دن میں سیکھ لے۔ مومن، صلحاء، خلفاء سب کی ترقی تدریجی ہی ہوتی ہے۔ لیکن اگر یہ حالت ہو کہ سالہا سال گزر گئے اور کسی نئی بات پر عمل ہی نہ کیا تو پھر کس منہ سے یہ اقرار کیا جا سکتا ہے کہ ہم خلیفہ کو معلّم مانتے ہیں۔ کوئی طالبعلم فخر سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں شخص میرا اُستاد ہے مگر سال بھر میں مَیں نے اس سے ایک لفظ بھی نہیں سیکھا۔ اگر ایک بات ہی سیکھی جائے جب بھی کہا جا سکتا ہے کہ ترقی تدریجی ہوتی ہے۔ لیکن اگر ایک بات بھی نہ ہو تو کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ہم معلّم مانتے ہیں‘‘۔

(خطبات محمود جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۲۔۲۸۳)

اداریہ

زمین کے کناروں تک

قادیان کی سرزمین سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی تحریک کا آغاز ہوا اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمایا کہ میرے خدا نے یہ خبر دی ہے کہ "مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"۔

یہ اعلان اور دعویٰ سن کر کم ہی کسی نے یقین کیا ہوگا کہ یہ بات پوری ہوگی کیونکہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سلسلہ احمدیہ کسی لحاظ سے بھی اس مقام و شہرت کے مالک نہ تھے کہ دنیا یہ سمجھ سکتی کہ ان کو عالمی شہرت حاصل ہوگی۔ اس کے برعکس صورت حال یہ تھی کہ آپ کے والد صاحب کے پرانے ملنے والے بھی ان سے یہ پوچھتے تھے کہ سنا ہے آپ کے دو بیٹے ہیں۔ ایک کو تو ہم بخوبی جانتے ہیں مگر دوسرے کو ہم نے کبھی نہیں دیکھا تو حضور کے والد صاحب ان کو یہ جواب دیا کرتے تھے کہ میرا وہ لڑکا تو مسیتڑ ہے، اسے دیکھنا ہو تو مسجد میں جا کر دیکھ لو اسے عبادت اور مطالعہ کتب کے سوا اور کسی کام کا شوق نہیں ہے۔

قادیان کے قصبہ کی بھی کوئی شہرت نہ تھی بلکہ اس وقت تو یہ حالت تھی کہ نہ ہی وہاں کوئی ضلعی یا تحصیل ہیڈ کوارٹر تھا، نہ ہی کوئی تجارتی منڈی تھی، نہ ہی کسی اہم شاہراہ پر واقع تھا کہ وہاں سے گزرتے ہوئے لوگوں کو اس قصبہ کا علم ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابتدائی صحابی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی زیارت کے شوق میں قادیان کا پتہ دریافت کرتے تو انہیں اس سلسلہ میں کافی مشکل پیش آتی۔ یہاں تک کہ قادیان سے گیارہ میل کے فاصلہ پر بٹالہ نامی ریلوے سٹیشن پر پہنچ کر بھی قادیان کا رستہ معلوم کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا۔ قادیان پہنچنے کے لئے کوئی پختہ سڑک یا معقول سواری بھی نہ تھی۔ ان مشکلات پر اس مخالفت نے اور اضافہ کر دیا جو ہمیشہ ہی سچے مامور کی ہوتی آئی ہے۔ چنانچہ یہ بھی تاریخ میں محفوظ ہے کہ بٹالہ کے ایک مولوی صاحب جنہیں یہ خیال تھا کہ اس علاقہ میں ان کی مدد کے بغیر کوئی اہم مذہبی کام سرانجام نہیں پا سکتا اور جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کی مخالفت کی وجہ سے احمدیت قادیان سے باہر نہیں نکل سکے گی ایک عرصہ تک اس مہم میں لگے رہے کہ قادیان جانے والوں کو بٹالہ سٹیشن پر ہی بددل کر کے واپس جانے پر مجبور کر دیا کریں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا یہ دعویٰ کہ وہ ہندوؤں کے اوتار ہیں، سرمایہ دار ہندو قوم کی مخالفت کے لئے کافی تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تحقیق کہ حضرت بابا نانک رحؒ ایک صوفی منش خدارسیدہ مسلمان تھے، اس علاقہ میں سکھوں کو غضبناک کرنے کے لئے کافی تھی۔ مسلمان تو پہلے ہی حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے اعلان سے آتش زیرپا ہو چکے تھے۔ ان مخالف حالات میں زمین کے کناروں تک شہرت کی بات اور بھی عجیب اور ناقابل یقین ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے کام عجیب ہوتے ہیں۔ دنیادار آدمی کے لئے ان کو سمجھنا آسان نہیں ہوتا مگر حقیقت یہی ہے کہ ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا مَیں یہ ضرور   ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

سچائی کی کونپل آہستہ آہستہ بڑھنے لگی۔ مخالفت کی آندھیوں کی شدت میں کئی دفعہ تو یہ زندگی کی توانائیاں اور رونقیں حاصل کرتی چلی گئی۔ قادیان میں مشکلات پیدا ہوئیں تو آسمان روحانیت کے بلند پرواز پرندے ربوہ میں جمع ہو گئے اور تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام پہلے سے کہیں زیادہ وسیع پیمانہ پر شروع ہو گیا اور مخالفت کی اس کھاد سے سچائی کی نوخیز نازک کونپل ایک ایسے خوش نما درخت کی شکل اختیار کر گئی جس کی شاخیں دنیا بھر میں پھیل گئیں۔

MTA کے کیمرہ کی آنکھ نے ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے مغربی افریقہ کے دورہ کی جھلکیاں دکھائیں۔ شمع احمدیت کے پروانوں کے جلسے، جلوس، استقبال، نعرے بتا رہے تھے کہ دنیا کے اس حصہ میں، قادیان سے دور دراز علاقہ میں، تبلیغ اور اثر و نفوذ کتنا مسرت انگیز اور روح پرور ہے۔

حضور ایدہ اللہ کے دورہ کینیڈا میں نئی دنیا میں سچائی کے درخت کی سرسبز شاخیں بھی روح پرور اور وجد آفریں ہیں۔ ایشیا، یورپ، افریقہ، کینیڈا، امریکہ، آسٹریلیا میں احمدی مبلغین کی کامیابیاں، اسلام کی پرامن تعلیم کا اثر و نفوذ، خدائی وعدوں کی سچائی، احمدیت کی صداقت، قرآن مجید کی عظمت اور بانی اسلام ﷺ کی شان و شوکت کا منہ بولتا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ ؎

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا   مَیں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا   اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

(عبدالباسط شاہد)

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب انتقال فرما گئے۔

اناللہ و انا الیہ راجعون

احباب جماعت کو انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر پوتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرزند، صدر مجلس تحریک جدید اور سابق وکیل اعلیٰ تحریک جدید، حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مورخہ 21 جون 2004ء کو 10:30 بجے رات بعمر 90 سال انتقال فرما گئے۔ اناللّٰہ و انا الیہ راجعون۔ آپ طویل عرصہ سے صاحب فراش تھے اور کمزوری بہت زیادہ تھی۔

آپ مورخہ 9 رمئی 1914ء کو حضرت ام ناصر محمودہ بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے نہایت مخلص صحابہ میں سے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بنفس نفیس ان کی صاحبزادی کا رشتہ حضرت مصلح موعودؓ سے طے فرمایا۔ آپ کے نانا لاہور کے ایک متمول اور معزز خاندان کے فرد تھے۔ اپنی آمد کا بیشتر حصہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت اقدس میں بھجوا دیتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ سے غیر معمولی پیار کا رشتہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ نے سلسلہ کے لئے اس قدر قربانی کی ہے کہ آئندہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔ حضرت امّ ناصر صاحبہ کو اخبار الفضل کے اجراء کے لئے اپنا زیور دینے کی توفیق عطا ہوئی تھی۔

آپ کی تعلیم کی ابتداء پرائمری سکول قادیان سے ہوئی۔ پھر مدرسہ احمدیہ اور پھر مولوی فاضل کے امتحان میں یونیورسٹی بھر میں اوّل آئے۔ آپ نے اپنے بچپن اور جوانی میں قادیان میں ہاکی، کرکٹ، والی بال، ٹینس غرض کہ ہر قسم کی کھیل میں حصہ لیا۔ قادیان کی ہاکی ٹیم پنجاب کی بہترین ٹیم سمجھی جاتی تھی، اس ٹیم کے آپ کیپٹن تھے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے مولوی فاضل اور پنجاب یونیورسٹی سے گریجوایشن کرنے کے بعد اپنی زندگی وقف کر دی اور تحریک جدید سے اپنی گرانقدر خدمات کا آغاز کیا۔ آپ نے تحریک جدید کے مختلف شعبہ جات میں خدمات سلسلہ کی توفیق پائی جن میں بطور وکیل الصنعت، وکیل زراعت، وکیل التبشیر والتجارت، وکیل الدیوان، وکیل اعلیٰ اور صدر مجلس تحریک جدید نمایاں ہیں۔ آپ ایک عرصہ تک صدر مجلس انصار اللہ بھی رہے۔

آپ نے بطور وکیل التبشیر یورپ، امریکہ، انڈونیشیا، افریقہ کے مختلف ممالک، ایران، ترکی اور چین کا دورہ کیا۔ 1957ء میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ذاتی نمائندہ کے طور پر مسجد احمدیہ ہمبرگ جرمنی کی افتتاحی تقریب میں شرکت فرمائی۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی معیت میں 7 راپریل 1970ء کو بطور وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر دورہ مغربی افریقہ کے لئے تشریف لے گئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ صاحبزادی آمنہ طیّبہ صاحبہ حضرت مسیح موعودؑ کی نواسی، حضرت سیّدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ اور حضرت نواب عبداللہ خان صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ ان کی اولاد میں دو بیٹے محترم صاحبزادہ مرزا مجیب احمد صاحب ربوہ، محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا خالد تسلیم احمد صاحب آئی سپیشلسٹ ربوہ اور ایک بیٹی محترمہ صاحبزادی امتہ الباقی عائشہ صاحبہ اہلیہ محترم ظفر نذیر احمد صاحب ٹورانٹو کینیڈا ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کے گھر اور نماز جنازہ کے معاً بعد مسجد مبارک میں احباب جماعت نے ان کا آخری دیدار کیا۔ محترم صاحبزادہ صاحب کی نماز جنازہ مورخہ 23 جون 2004ء بروز بدھ بعد نماز فجر مسجد مبارک ربوہ محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے پڑھائی۔ ربوہ اور دیگر شہروں سے احباب کی کثیر تعداد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ کی اندرونی چاردیواری میں عمل میں آئی۔ قبر تیار ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے ہی دعا کروائی۔

آپ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ماموں تھے۔ حضور ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ رجولائی ۲۰۰۴ء کو بمقام کینیڈا میں آپ کا ذکر خیر کیا اور بعد نماز جمعہ آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

ادارہ الفضل انٹرنیشنل سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ، محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے بچوں اور جملہ افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احباب جماعت سے اس سانحہ پر دلی غم اور افسوس کا اظہار کرتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ صاحب کو جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آپ کے درجات بلند کرے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین ❁❁❁❁❁

جلسہ سالانہ ۔ U.K

امسال جلسہ سالانہ۔ یوکے انشاء اللہ ۳۰، ۳۱ رجولائی اور یکم اگست ۲۰۰۴ء بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مزید معلومات کے لئے درج ذیل ٹیلیفون نمبرز پر رابطہ فرمائیں:

Tel: (44) (0) 20 8687 7813 + (44) (0) 20 8687 7814

Fax: (44) (0) 20 8687 7880

(افسر جلسہ سالانہ)

چندہ جلسہ سالانہ

حصہ آمد اور چندہ عام ادا کرنے والے احباب اپنی سالانہ آمد کا 1/120 (ایک سو بیسواں) حصہ یا ایک ماہ کی آمد کا دسواں حصہ چندہ جلسہ سالانہ کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔ اگر کسی دوست نے چندہ عام میں رعایت شرح حاصل کی ہو تو چندہ جلسہ سالانہ میں بھی اسی تناسب سے رعایت متصور ہوگی۔ اس کے لئے الگ درخواست دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔

چندہ عام کا چھ ماہ سے زائد کا بقایا دار شمار ہوتا ہے لیکن چندہ جلسہ سالانہ کا ایک سال سے زائد کا بقایا دار شمار ہوتا ہے۔

(ایڈیشنل وکیل المال۔ لندن)

مودودی صاحب کا
نظریۂ جہاد

(دوست محمد شاھد)

الفضل انٹرنیشنل کے گزشتہ شمارہ میں مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کے ایک مقالہ محررہ ۱۹۵۲ء سے ایک حصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا ۔ ذیل میں اس مقالہ کا ایک اور حصہ ہدیۂ قارئین ہے ۔ (مدیر)

معزز قارئین ابتدائی صفحات میں نا قابل تردید حقائق کی روشنی میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ مودودی صاحب دراصل احمدیت کے نقال ہیں اوران کی تحریک کے نقش ونگار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مرہون منت ۔لیکن یہ یادرکھنا از بس ضروری ہے کہ مودودی صاحب کی تحریک کے خدو خال کا نظارہ کرنے کیلئے تصویر کے دوسرے رخ کو بھی دیکھا جائے جہاں مودودی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لٹریچر سے وسیع استفادہ کیا ہے وہاں اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس استفادہ کے ساتھ آپ نے اسلام اور قرآن کے نام کے ساتھ چند ایسے غیر اسلامی امور کا امتزاج بھی کر دیا ہے جن سے مودودی صاحب کی تحریک نے بالکل جدید شکل اختیار کر لی ہے ۔اورعوام کیلئے یہ سمجھنا بہت مشکل ہوگیا ہے کہ مودودی صاحب کی تحریک حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کے افکار اور خیالات کا عکس ہے ۔ یہ امور اصولی حیثیت سے دو ہیں:

اوّل : نظریہ جہاد

دوم : مہدی کا تصور

ہم ذیل میں انہی دومباحث کے متعلق قارئین کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

مودودی صاحب آجکل اسلام کے نظام جہاد کی کیا تعبیر کرتے ہیں، اس کے محرکات کیا ہیں، اس کے دلائل کیا ہیں؟ قرآن' تاریخ اور واقعات کی دنیا میں ان دلائل کی کیا قیمت ہے؟ ہم چاہتے ہیں کہ ان تمام امور پر ایک اجمالی روشنی ڈالیں ۔مگر مودودی صاحب کے موجودہ نظریہ جہاد کے متعلق کچھ لکھنے سے پیشتر یہ بتادینا ضروری ہے کہ مودودی صاحب کا نظریہ جہاد دراصل دو متضاد اور مختلف خیالات کا مجموعہ ہے ۔جنہوں نے 1939ء میں ایک نئے مکتب خیال کو جنم دیا ہے ۔لہذا مناسب ہوگا کہ ہم سب سے قبل انہی عقائد سے تعارف کروائیں جو آگ اور پانی کی طرح باہم متضاد ہونے کے باوجود ایک لمبے عرصہ تک آپ کے دماغ میں جاگزیں رہے اوراس نقطہ نظر سے موجود رہے کہ یہ دونوں صحیح ہیں اور قرآن مجید ان دونوں کی تائید کرتا ہے۔

جماعت احمدیہ کے مسلک کی ترجمانی

ان میں سے پہلا نظریہ وہ ہے جسے مودودی صاحب نے اپنی تصنیف 'الجہاد فی الاسلام' کے ابتدائی اور آخری صفحات میں پیش فرمایا ہے اور جو جماعت احمدیہ کے اس مسلک کی پوری پوری ترجمانی کرتا ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو مدافعانہ جنگ کی اجازت دے دی ہے ۔سیاسی اقتدار اور جارحانہ پالیسی کے تصورات اس کے نظام سیاست میں داخل ہی نہیں اور جناب مودودی صاحب نے ' الجہاد فی الاسلام' کے ابتدائی حصہ میں اسی نظریہ کی تائید کیلئے قرآن مجید کی وہ تمام آیات درج کی ہیں جن میں جنگ کا ذکر پایا جاتا ہے مثلاً:

(1) ﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَ نَّھُمْ ظُلِمُوْا﴾۔ (حج: ۲)

(2) ﴿اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ﴾ ۔ (انفال:۷۴)

(3) ﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْن یُقَاتِلُوْنَکُمْ﴾ ۔ (بقرہ :۱۹۱)

(4) ﴿وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْ ھُمْ﴾۔ (بقرہ:۱۹۲)

(5) ﴿وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ﴾۔ (بقرہ:۱۹۴)

(6) ﴿لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾۔ (انفال:۳۷)

(7) ﴿قَاتِلُوْ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ﴾۔ (توبہ:۲۹)

(8) ﴿فَشَرِّدْبِھِمْ مَّنْ خَلْفَھُمْ﴾۔ (انفال :۵۸)

(9) ﴿بَرَآءَ ۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ﴾ ۔(توبہ:۱)

(10) ﴿فَاقْتُلُوْاالْمُشْرِکِیْنَ حَیْث وَجَدْتُمُوْھُمْ﴾ ۔(توبہ:۵)

(11) ﴿فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ﴾ ۔(توبہ :۱۲)

(12) ﴿جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ﴾۔ (توبہ:۷۳)

(13) ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ﴾ ۔ (مائدہ:۳۳)

(14) ﴿وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ﴾ ۔(نساء:۷۶)

(15) ﴿وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ﴾۔ (انفال:۷۳)

مندرجہ بالا آیات سے مودودی صاحب نے مدافعانہ جنگ کا استنباط فرمایا ہے جس سے یہ بات روز روشن کی طرح کھل جاتی ہے کہ قرآن مجید کسی جارحانہ پالیسی کا روادار نہیں اور کم از کم قرآن مجید کی ان آیات میں سے کسی ایک آیت سے بھی اس نظریے کی تائید نہیں ہوتی۔

دوسرا نظریہ

مگر یہ عجیب بات ہے کہ مودودی صاحب نے ابتدائی آیات میں تو اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے مگر درمیان میں اپنی طرف سے '' مصلحانہ جنگ'' کے نام سے ایک دوسرا نظریہ بھی ایجاد کر دیا ہے۔ مصلحانہ جنگ مودودی صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

'' اسلام نے بدی کے استیصال اور بدکاری کے دفع و انسداد کیلئے یہ کارگر تدبیر بتلائی ہے کہ منظّم جہاد سے اور اگر ضرورت پڑے تو جنگ وقتال کے ذریعہ سے ایسی حکومتوں کو مٹا دیا جائے اور ان کی جگہ عادلانہ اور منصفانہ نظام حکومت قائم کیا جائے۔''

(الجہاد فی الا سلام صفحہ 89-90)

'' اسلام کی اشاعت میں تبلیغ اور تلوار دونوں کا حصہ ہے ۔جس طرح ہر تہذیب کے قیام میں ہوتا ہے ۔تبلیغ کا کام تخم ریزی ہے اور تلوار کا کام ہے قلبہ رانی۔''

(صفحہ 139)

'' اسلام کی اشاعت کو تلوار سے ایک گونہ تعلق ضرور ہے۔'' (صفحہ 135)

ایک ہی سانس میں اسلام و قرآن کے نام پر دو مختلف نظریات بے حد حیران کن ہیں ۔مگر اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ مولوی صاحب جہاں مدافعانہ جنگ کے متعلق قرآن مجید کی آیات سے استنباط کرتے ہوئے کامیاب نظر آتے ہیں وہاں ہزار روں کوششوں کے باوجود آپ کو قرآن سے کوئی ایک بھی ایسی آیت نہیں مل سکتی جو اس خیال کی تردید کرے کہ بزور شمشیر عادلانہ نظام قائم کر دینا جہاد ہے اس بے دست و پائی کے عالم میں حق و انصاف کا تقاضا تھا کہ مولانا مصلحانہ جنگ کی جدید اصطلاح کو صرف اپنی طرف منسوب کرتے اور خاموش ہو جاتے ۔مگر سنگدلی کی انتہا ہے کہ مولانا نے قرآن کو اپنا مخالف پا کر یا تو دوبارہ انہی آیات کو مصلحانہ جنگ کی لسٹ میں شامل کر لیا ہے جو اس سے قبل آپ مدافعانہ جنگ کی تائید میں پیش فرما رہے تھے ۔اور یا پھر محض تبرک کے طور پر چند ایسی آیات نقل کر دی ہیں جو ان کی خانہ ساز اصطلاح بلکہ جنگ کے ماحول سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتیں۔

وہ آیات جنہیں جناب مودودی صاحب نے اپنے خیالات کے تابع کرنے میں پورے پورے تشدد سے کام لیا ہے مندرجہ ذیل ہیں:

(1) ﴿کُنْتُم خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ﴾۔(آل عمران: ۱۱۱)

(2) ﴿وَجَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا﴾۔ (بقرہ ع۱۷)

(3) ﴿جَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ﴾ ۔ (حج:۷۹)

(4) ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ﴾۔ (النحل:۱۲۶)

(5) ﴿وَلَا تُجَادِلُوْا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَن﴾ ۔(عنکبوت:۴۷)

(6) ﴿فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلاً لَّیِّناً﴾۔ (طٰہٰ :۴۵)

یہ وہ آیات ہیں جن کو مولانا نے '' مصلحانہ جنگ'' کی نذر کر دیا ہے ۔حالانکہ کوئی معمولی پڑھا لکھا انسان بھی یہ نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر ، جہاد فی اللہ، حکمت ، موعظہ حسنہ، حق اور قول لیّن کے الفاظ میں دنیا کو بزور شمشیر زیر نگیں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے ۔مگر مولانا اپنے زور قلم سے یہ استدلال فرما رہے ہیں کہ مسلمان کو چاہئے کہ بزور شمشیر عادلانہ نظام قائم کر دے۔ اسی پر اکتفانہ کر کے آپ نے علم تاریخ پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

'' تمام ہمسایہ ممالک پر ظالم بادشاہ اور جابر امراء مسلط ہیں ۔عدل و انصاف، قانون کوئی چیز نہیں۔ بادشاہوں اور حاکموں کی چشم و ابرو کے اشاروں پر لوگوں کے حقوق پامال ہوتے ہیں ۔عزتیں لٹتی ہیں ....انسانی برادری کو اس ذلیل حالت میں مبتلا دیکھ کر وہ سرفروش جماعت کمر بستہ ہوگئی ۔پہلے اس نے وعظ و تذکرہ سے کام لیا۔ کسریٰ عجم، قیصر روم ، مقوقس مصر کو دعوت دی کہ اسلام کے قانون عدل و حق پرستی کو اختیار کرے ۔جب انہوں نے اس دعوت کو رد کر دیا تو پھر مطالبہ کیا کہ حکومت و فرمانروائی کی مسند کو ان لوگوں کیلئے خالی کر دیں جو اس کے اہل ہیں ۔مگر جب اس مطالبے کو بھی رد کر دیا گیا اور اس کے جواب میں تلوار پیش کی گئی تو مٹھی بھر انسانوں کی اس بے سرو سامان جماعت نے بیک وقت عظیم الشان سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے۔''

(الجہاد فی الاسلام ص 118)

خط کشیدہ الفاظ فن تاریخ سازی کا بہترین شاہکار ہیں جسے مودودی صاحب نے مصلحانہ جنگ کے جواز کیلئے از خود تیار کیا ہے۔ اور یہی شاہکار آپ کی مصلحانہ جنگ کی اصل بنیاد ہے جس پر آپ نے اپنے جدید محل کی پوری عمارت قائم کی ہے۔ یہ بنیاد تاریخ کی روشنی میں کیا حیثیت رکھتی ہے؟ اس کے متعلق آئندہ بحث کریں گے ۔اس جگہ ہم صرف بتانا چاہتے ہیں کہ مودودی صاحب کی نگاہ میں مصلحانہ جنگ کیا چیز ہے؟ اور اس کیلئے آپ کیا دلائل پیش کرتے ہیں۔

مصلحانہ جنگ کے ساتھ چار عقائد

مصلحانہ جنگ کے تعارف کیلئے یہ پیش نظر رکھنا لازمی ہے کہ آپ اپنے اس عقیدے کے ساتھ مندرجہ ذیل چار عقائد کو بھی شامل کئے ہوئے تھے:

اوّل: آپ کے نزدیک تحریک اسلامی روس کی اشتراکی پارٹی کی طرح ایک انقلابی تحریک نہ تھی۔ آپ کہا کرتے تھے:

'' عموماً جہاں خرابیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں وہاں لوگ صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں اور بگڑے ہوئے حالات سے جو تکلیف ان کو پہنچتی ہے وہ انہیں اتنی مہلت ہی نہیں دیتے کے ٹھنڈے دل سے غور وفکر کر کے اصلاح کی کوشش کریں ۔اسلئے ایسے حالات میں عام طور پر اصلاحی تحریکات کی بجائے انقلابی تحریکات کا زور ہوتا ہے ...... یہ سب کچھ اسلئے کیا گیا ہے کہ اس وقت ہندوستانی مسلمانوں میں بھی انقلابی بحران کے برے نتائج ظاہر ہونے سے پہلے چاہتے ہیں کہ قدامت پسند اور انقلاب پسند دونوں جماعتوں کو غور وفکر کی دعوت دیں۔'' (ترجمان القرآن جولائی ۱۹۳۴ء بحوالہ تنقیحات ص ۱۱۹)

دوم: آپ یقین رکھتے تھے:

"اسلام قومی حکومت کا دشمن ہے۔ وہ ہر قوم کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے کہ وہ اپنے احوال کی اصلاح خود کرے۔ مگر جب کسی قوم کے اعمال بگڑ جائیں ان کی اخلاقی حالت خراب ہو جائے تو اسلام کے نزدیک اس قوم کو حکومت خود اختیاری کا حق باقی نہیں رہتا اور دوسرے لوگوں کو جو اس کے مقابلہ میں اصلح ہوں اس پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔"

(الجہاد فی الاسلام ص ۱۱۶)

سوم: آپ اسلام کی جنگوں کو مدافعانہ اور مصلحانہ دو حصوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

چہارم: آپ آنحضرت ﷺ کے ارشاد لا تتمنو القاء العدو کے مطابق دشمن سے لڑائی کی تمنا کو ناجائز سمجھتے تھے۔ (الجہاد فی الاسلام ص۲۲)

خلاصہ یہ کہ جناب مودودی صاحب ابتداء میں مدافعانہ اور مصلحانہ جنگ کے عقیدہ کے ساتھ ان چار وں عقائد پر بھی جمے ہوئے تھے اور کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ مودودی صاحب مصلحانہ جنگ کے اس نظریہ میں کوئی ترمیم فرمائیں گے۔ مگر نظریاتی دنیا کا یہ انقلاب کس قدر عجیب ہے کہ آپ نے ان ابتدائی افکار وخیالات میں یکدم تبدیلی کر لی۔ یہ تبدیلی کیا تھی؟ اور اس کے محرکات کیا تھے؟ اس کی تفصیل ذیل کے الفاظ سے معلوم ہوگی۔

مولانا عبید اللہ سندھی کی آمد

ان خیالات میں تبدیلی کا محرک یہ ہوا کہ مولوی عبید اللہ صاحب سندھی جو شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کے بڑے لائق شاگرد تھے ماسکو سے اسلام کا اشتراکی ایڈیشن تیار کر کے ترکی، افغانستان، اور دیگر ممالک اسلامیہ میں سے ہوتے ہوئے چوبیس سال کے بعد ۵ مارچ ۱۹۳۹ء کو ہندوستان میں وارد ہوئے۔ مولوی صاحب کی آمد پر تمام اسلامی اداروں نے شاندار استقبال کیا۔ ایڈریس پڑھے گئے اور ان سے توقع کی گئی کہ آپ ایک بزرگ اور عالم ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کو اسلام کے حقیقی تقاضوں سے آگاہی بخشیں گے۔ مگر ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب مولانا نے آتے ہی اشتراکیت کی طرح اسلام کو بھی انقلابی مذہب قرار دے کر ان خیالات کی اشاعت شروع کر دی:

"عام طور پر کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی جنگیں مدافعانہ تھیں جارحانہ نہ تھیں۔ عیسائی مبلغین (Missionries) یہ پراپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ اسلام وحشیانہ مذہب ہے جس میں قتل و غارت اور خونریزی کے سوا کچھ نہیں۔ اس قسم کے پرپیگنڈا سے متاثر ہو کر مسلمان علماء نے انیسویں صدی کے وسط میں یہ نظریہ پیش کرنا شروع کر دیا کہ اسلام کی جنگیں ہمیشہ مدافعانہ رہی ہیں۔ اس نے کبھی جارحانہ حملہ نہیں کیا۔ مگر درحقیقت یہ رقیق عذرداری سے بڑھ کر نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اسلام میں جنگ جائز ہے یا نہیں؟ اگر اسلام جنگ کو جائز قرار دیتا ہے تو اس کے بعد تو افسر جنگ کے اختیار تمیزی پر موقوف ہے کہ وہ خود آگے بڑھ کر حملہ کرے یا غنیم کے حملہ کی مدافعت کرے۔ ظاہر ہے کہ اس کا قرآن کے فیصلہ سے کوئی تعلق نہیں۔"

(قرآنی دستور انقلاب از عبید اللہ سندھی بار دوم صفحہ ۵۱ بیت الحکمت لاہور)

کسریٰ اور قیصر کے ساتھ اسلامی جنگوں کی یہ تعبیر کی:

"اس انقلابی تحریک کے پھیلنے کا علاقہ اصل میں عرب نہیں ہے۔ وہ قریش کے خلاف دشمنی اور جنگ کی تحریک نہیں ہے بلکہ یہ انقلاب اس علاقے کیلئے ہے جو عرب کے مشرق اور مغرب میں واقع ہے یعنی دراصل کسریٰ ایران اور قیصر روم کو قرآن کے قانون کے ماتحت لا کر اس تحریک کو تمام دنیا میں پھیلانا ہے...... انسانیت صرف عدم تشدد یا مصلحت سے کبھی ترقی نہیں کرتی، ہمیشہ انقلاب سے بڑھتی ہے۔ جس کیلئے تشدد اور عدم تشدد دونوں ضروری ہیں۔"

مصلحانہ جنگ کے عقیدہ میں فوری ترمیم

یہ وہ خیالات تھے جن کی اشاعت مولانا عبید اللہ سندھی نے آتے ہی جاری کر دی تھی۔ مولانا کی آمد پر ابھی بمشکل ایک یا دو ماہ ہی گزرے ہوں گے کہ مودودی صاحب نے مئی 1939ء میں جہاد فی سبیل اللہ کے عنوان سے ایک تفصیلی مضمون لکھ ڈالا۔ جس میں آپ نے اسلام کی مدافعانہ جنگ کے پہلو سے توبہ اختیار کر لی۔ مصلحانہ جنگ کی شکل میں ترمیم کر لی اور مولانا عبید اللہ صاحب سندھی کے خیالات کے ایک ایک جزو کی پرزور تائید کر کے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ چنانچہ آپ نے مولوی عبید اللہ صاحب سندھی کے خیالات کی لفظاً لفظاً ترجمانی کرتے ہوئے لکھا:

(۱) "ان کی (مخالفین اسلام) مہارت قابل داد ہے کہ انہوں نے ہماری تصویر اتنی بھیانک اور اتنی بری بنائی کہ خود ان کی تصویر ہمارے پیچھے چھپ گئی اور ہماری سادہ لوحی قابل داد ہے کہ لگے معذرت کرنے کہ حضور بھلا ہم جنگ وجدل کیا جانیں"۔

(۲) اسلام کو ایک انقلابی نظریہ بتاتے ہوئے کہا:

"دراصل اسلام ایک انقلابی نظریہ مسلک ہے جو تمام دنیا کے اجتماعی نظم (Social Order) کو بدل کر اپنے نظریہ ومسلک کے مطابق تعمیر کرنا چاہتا ہے اور مسلمان اس بین الاقوامی انقلابی جماعت کا نام ہے جسے اسلام اپنے مطلوبہ انقلابی پروگرام کو عمل میں لانے کیلئے نظم کرتا ہے۔"

(۳) پہلے آپ کہا کرتے تھے کہ اسلام کی رو سے ایک ملک کا حق اقتدار صرف اس وقت دوسرے صالحین کے نام منتقل ہوتا ہے جبکہ ملک کی اخلاقی حالت بگڑ چکی ہو اور ان کا پرسان حال کوئی نہ ہو مگر اب آپ کا درس یہ تھا کہ:۔

"اسلام ان کے اس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے کہ ایسے کسی طریقہ پر حکومت کا نظام چلائیں جو اسلام کی نگاہ میں فاسد ہے۔"

(۴) مدافعانہ جنگ کو سرے سے غلط قرار دیتے ہوئے صاف لکھا:۔

"جنگ کی جو تقسیم جارحانہ اور مدافعانہ اصطلاحوں میں کی گئی ہے اس کا سرے سے اسلامی جہاد پر اطلاق ہی نہیں ہوتا............ اسلامی جہاد بیک وقت جارحانہ بھی ہے اور مدافعانہ بھی۔"

(۵) اس سے قبل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث زبان پر رہتی تھی کہ مسلمانو! جنگ کی تمنا نہ کرو۔ مگر اب آپ نے مسلمان کو خدائی فوجدار کا خطاب دیکر کہا:۔

"یہ مذہبی تبلیغ کرنیوالے (Preachers) اور مبشرین (Missionaries) کی جماعت نہیں بلکہ خدائی فوجداروں کی جماعت ہے......لہذا اس پارٹی کیلئے حکومت کے اقتدار پر قبضہ کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔"

(ترجمان القرآن مئی ۱۹۳۹ء)

یہ وہ حیرت انگیز تغیرات تھے جو مودودی صاحب کے گذشتہ افکار وخیالات میں مولانا عبید اللہ صاحب سندھی کی آمد پر یکا یک رونما ہوگئے۔ یہ نئے خیالات اب ان کے اصل نظریہ جہاد کا سرمایہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جناب مودودی صاحب نے اب اسلام کے مدافعانہ پہلو کو خیر باد کہہ دیا ہے اور اسلام کو بھی اپنے نظامِ سیاست میں اشتراکیت کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔

گزشتہ تاریخی بیان میں تغیر

مودودی صاحب نے مصلحانہ جنگ میں ترمیم کرنے کے بعد جو نیا نظریہ اختیار کیا اس کیلئے آپ نے کوئی نئی قرآنی دلیل نہیں دی بلکہ مصلحانہ جنگ والی آیات تبرکاً رکھ دی ہیں۔ البتہ آپ نے اپنے گذشتہ تاریخی بیان میں جو تغیر کیا ہے وہ دیکھنے کے لائق ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"عرب جہاں مسلم پارٹی پیدا ہوئی تھی سب سے پہلے اس کو اسلامی حکومت کے زیر نگیں کیا گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اطراف کے ممالک کو اپنے مسلک کی طرف دعوت دی مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ یہ دعوت قبول کی جاتی ہے یا نہیں بلکہ قوت حاصل کر لیتے ہی رومی سلطنت سے تصادم شروع کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پارٹی کے لیڈر ہوئے تو انہوں نے روم اور ایران دونوں کی غیر اسلامی حکومت پر حملہ کیا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حملے کو کامیابی کے آخری مراحل تک پہنچا دیا۔" (جہاد فی سبیل اللہ ص۲۹)

قارئین! آپ نئے بیان کے ساتھ وہ بیان پڑھیں جو ہم نے 'الجہاد فی الاسلام' کے ص ۱۸ سے نقل کر کے اوپر درج کیا تھا تو آپ ان میں ایک خوفناک تضاد محسوس کریں گے۔

پہلے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیصر وکسریٰ اور دیگر غیر اسلامی ممالک کو سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی گئی۔ اور جب ان کی طرف سے یہ دعوت رد کر دی گئی تو پھر مطالبہ کیا گیا کہ وہ ان لوگوں کو مسند اقتدار سونپ دیں جو اسکے اہل ہوں۔ (یہ نہیں کہ صرف مسلمانوں کو سونپ دیں)۔ اسی طرح پہلا بیان یہ بتاتا ہے کہ اسلام کی دعوت کے مقابلے پر جب انہوں نے تلوار پیش کی تو مسلمانوں نے تلوار کا جواب تلوار سے پیش کیا۔ اور انکی حکومت پر قبضہ کر کے پامال شدہ انسانوں کو آزادی بخشی۔

لیکن اس کے برعکس دوسرے بیان میں ان تمام باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف ایک ہی بات کہی گئی کہ روم وایران کی حکومتوں کو صرف اسلام کی دعوت دی گئی تھی اور اس بات کا انتظار کئے بغیر کہ اس دعوت کا کیا جواب ملتا ہے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی فوجوں نے چمکتی ہوئی تلواروں سے ان سب کو تہس نہس کر کے قبضہ کر لیا تھا۔ اور قبضہ کی اصل وجہ انسانیت کی پامالی نہیں تھی بلکہ صرف اور صرف یہ وجہ تھی کہ اب مسلمان نہتا اور مظلوم نہ رہا تھا اس کے ہاتھ میں تلوار آ چکی تھی اور یہ مذہبی تبلیغ کرنے والے اور مبشرین کی جماعت نہیں تھی بلکہ خدائی فوجداروں کی جماعت تھی لہذا اس پارٹی کیلئے حکومت کے اقتدار پر قبضہ کئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔

مودودی صاحب
مخالفین اسلام کی صف میں

یہ ہے وہ نظریہ جہاد جسے مودودی صاحب آج کل تحریک اقامتِ دین کے امیر ہونے کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں اور ارکان اور متاثرین اس وعظ کو سنتے اور سر دھنتے ہیں۔ مگر انہیں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوتا کہ مودودی صاحب جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے مقلد بنے رہے ان کا مقام ایک معقول انسان کا مقام رہا۔ مگر جس جگہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واضح مسلک کو چھوڑنے کی کوشش کی وہیں انہیں اسلام کے ان شدید دشمنوں کی صف میں آنا پڑا جو اپنی بد باطنی اور ذاتی تعصب کی بنا پر اسلام پر یہ اتہام لگا رہے تھے کہ:۔

"محمد ﷺ کے جنرل ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر تلقین کرتے تھے۔"

(ڈوزی بحوالہ تحقیق الجہاد مصنفہ اعظم یار جنگ)

"آپ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لیکر مختلف اقوام کے پاس جاتے ہیں۔"

(مسٹر سورتھ اسمتھ بحوالہ تحقیق الجہاد مصنفہ اعظم یار جنگ)

"جب آپؐ کی جمعیت بڑھ گئی تو آپؐ نے دعویٰ کیا کہ مجھے ان پر حملہ کرنے اور بزورِ شمشیر بت پرستی مٹا کر دینِ حق کے قائم کرنے کی اجازت منجانب اللہ مل گئی ہے۔" (جارج سیل بحوالہ تحقیق الجہاد مصنفہ اعظم یار جنگ)

"اہل عرب نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر جلتے ہوئے شہروں میں شعلوں اور تباہ و برباد شدہ خاندانوں کی چیخ و پکار کے درمیان اپنے دین کی اشاعت کی۔"

(میجر آسبرن بحوالہ کتاب Critical Exposition of the Papular Jihad)

کس قدر درد انگیز ہے یہ نظارہ کہ مودودی صاحب اسلام کی مدافعت کرنے کی بجائے مخالفین اسلام کے قدم مضبوط کر رہے ہیں۔ بلکہ انہیں اسلام کے خلاف اسلحہ فراہم کر رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اسلئے کیا جا رہا ہے کہ کسی طرح آپ کے نظریہ جہاد کی تائید ہو سکے۔ اور روم وایران کی جنگوں کے متعلق آپ تاریخی طور پر جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ درست تسلیم کر لیا جائے حالانکہ روم اور ایران کی حکومتوں پر مسلمانوں

باقی صفحہ نمبر ۹ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

ایسے سفر جو اللہ کی خاطر کئے جاتے ہیں ان میں بہت زیادہ تقویٰ کا خیال رکھیں

مسافروں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے سفر میں آسانی کے لئے خیر مانگتے رہنا چاہئے۔

آپ کے جو بھی سفر ہوں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے ہوں۔

(قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے حوالہ سے مسافروں کے لئے اہم ہدایات)

حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات پر آپ کا ذکر خیر

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ ۲۵/جون ۲۰۰۴ء بمطابق ۲۵/احسان ۱۳۸۳ ہجری شمسی بمقام مسی ساگا،کینیڈا

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

انسان دنیا میں مختلف مقاصد کے لئے سفر کرتا ہے اور اس زمانے میں جب سفر کی بہت سی سہولتیں بھی میسر آ گئی ہیں اور ان سفر کی سہولتوں کی وجہ سے فاصلے بھی سمٹ گئے ہیں اور ان سہولتوں اور ان فاصلوں کے سمٹنے کی وجہ سے اکثر لوگ اپنے کاموں کے لئے اکثر سفروں میں رہتے ہیں۔ جو 25-20 میل کا فاصلہ پرانے زمانے میں سفر کہلاتا تھا وہ اب سفر نہیں کہلاتا لیکن بہرحال ایک لحاظ سے سفر ہی ہے تو یہ سفر جو مختلف مقاصد کے لئے کئے جاتے ہیں چاہے وہ کاروباری نوعیت کے ہوں چاہے عزیز رشتہ داروں کے ملنے کے لئے ہوں، چاہے تحصیل علم کے لئے ہوں، چاہے اللہ تعالیٰ کی پیدائش پر غور کرنے کے لئے تحقیق کے لئے ہوں، چاہے دینی اغراض کے لئے ہوں جو بھی مقصد ہو مومن کو ہمیشہ یہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ ان سفروں میں کبھی بھی ایسا وقت نہ آئے، چاہے جو بھی مجبوری ہو، کہ اس کا دل تقویٰ سے خالی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے خالی ہو۔

آپ لوگ جو یہاں اس وقت بیٹھے ہیں ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے حالات کی مجبوری کے تحت پاکستان سے ہجرت کی اور ایک خطیر رقم خرچ کر کے بہت بڑے اخراجات کر کے اور ایک لحاظ سے اپنے تمام دنیاوی وسائل داؤ پر لگا کر یہاں آ کر اس ملک میں آباد ہوئے۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جن کو شروع میں آ کر بہت سی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حالات بہتر بنا دیئے۔ پھر ایسے بھی ہیں جن کو یہاں کی حکومت کی پالیسی کی وجہ سے حکومت کے احسان کی وجہ سے یہاں کی شہریت یا کام کرنے کی اجازت مل گئی۔ تو بہرحال یہ سفر اکثر کے لئے کامیابی کا باعث بنے ہیں۔ تو جس طرح اپنے کیس پاس ہونے سے پہلے آپ نے اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور جھکائے رکھا اس سے مدد مانگتے رہے خود بھی دعائیں کرتے رہے اور دوسروں کو بھی دعا کے لئے کہتے رہے، ایک درد اور ایک تڑپ آپ کے دلوں میں پیدا ہوتی رہی، اللہ تعالیٰ کا خوف دلوں میں رہا اس طرح اب بھی یہ خوف، یہ تقویٰ دلوں میں قائم رہنا چاہئے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت ساری سہولتوں سے نواز دیا ہے۔ اب یہاں آ کر بھی آپ کو اپنے کاروباری سلسلوں میں مختلف سفر کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ تو ہمیشہ یہ پیش نظر رہنا چاہئے اور اس بات کا خاص خیال رکھا جانا چاہئے کہ اب دنیاوی سہولتیں اور آسانیاں جو میسر آ گئی ہیں، کہیں تقویٰ سے دور نہ کر دیں۔ اگر اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارتے رہیں گے تو تقویٰ میں ترقی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرب پاتے ہوئے، دینی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ اس لئے ہمیشہ تقویٰ پر قائم رہیں، ورنہ یاد رکھیں وہ خدا جس نے یہ سب نعمتیں دی ہیں ان کو واپس لینے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

پھر احمدی کی ہمیشہ سے یہ خصوصیت رہی ہے، یہ بھی امتیاز رہا ہے کہ وہ دین کی خاطر بھی سفر کرتا ہے۔ اجتماعوں پر، جلسوں پر خاص اہتمام کے ساتھ عموماً احمدی بڑے ذوق اور شوق سے آتے ہیں اور آج آپ میں سے بہت بڑی تعداد اس لئے سفر کر کے یہاں آئی ہے، کچھ لوگ آ رہے ہیں کینیڈا کے مختلف شہروں سے بھی اور امریکہ سے بھی، کہ اگلے جمعہ کو جو یہاں کینیڈا میں جلسہ ہو رہا ہے اس میں شمولیت اختیار کریں۔ یہ سفر آپ کا خالصتہً اللہ تعالیٰ کی خاطر ہونا چاہئے۔ اس کا تقویٰ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے۔ یہاں آ کر اپنے دلوں کو ایک دوسرے سے صاف کرنا ہے، ہر قسم کے لڑائی جھگڑے اور فساد سے بچنا ہے۔ ان دنوں میں جلسے کی خاطر تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے سفر تبھی شمار ہو سکتا ہے جب اس سفر میں آپ ہر قسم کی بدکلامی سے پرہیز کرنے والے ہوں، نہ ہی مہمان اور نہ ہی میزبان ذرا ذرا سی بات پر اپنے آپے سے باہر نکلنے والے ہوں۔ نہ ہی کسی کا مذاق اڑانے والے یا استہزاء کرنے والے ہوں اور نہ ہی ایسی مجلسوں میں بیٹھنے والے ہوں جہاں لوگوں کا ہنسی ٹھٹھا اڑایا جا رہا ہو۔ نہ ہی فضول قصے کہانیاں، لغو اور بیہودہ باتوں کی مجلسوں میں بیٹھنے والے، نہ ان میں شامل ہونے والے ہوں۔ یا رات گئے تک لمبی مجلسیں لگا کر گپیں مارنے والے ہوں کہ صبح کی نماز پر آنکھ ہی نہ کھلے۔ ویسے بھی فضول مجلسیں دلوں کو زنگ آلود کر دیتی ہیں۔ تو نہ صرف ایسی مجلسوں میں شامل نہیں ہونا بلکہ ایسی مجلسیں لگانے والے احمدیوں کو بھی سمجھا کر ایسی مجلسوں کو ختم کرانے کی کوشش کرنی ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت سے محروم کر دیں گی۔ اور پھر دل تقویٰ سے خالی ہو جائیں گے۔ تو یہ تو کسی صورت بھی ایک احمدی کے لئے برداشت نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کا دل خالی ہو جائے۔ یاد رکھیں کہ جب انسان تقویٰ سے خالی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دور چلا جاتا ہے تو پھر یہ نہ سمجھیں کہ آپ کے دنیاوی بندھن اور رشتے قائم رہیں گے۔ پھر دنیاوی رشتوں اور تعلقات میں بھی دراڑیں پڑنی شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی ٹوٹنے شروع ہو جائیں گے اور ایک فساد کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے ایسے سفر جو اللہ کے نام کی خاطر کئے جاتے ہیں ان میں بہت زیادہ تقویٰ کا خیال رکھیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں حج کے متعلق ارشاد فرمایا ہے وہاں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ سب سے بہتر زادراہ تقویٰ ہی ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی﴾ (البقرة: ۱۹۸) اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو صرف حج پر جانے والے ہیں وہی زادراہ جمع کریں اور تقویٰ پر قائم ہو جائیں یا صرف ان کے لئے بہترین زادِراہ تقویٰ ہے۔ بلکہ فرمایا کہ جو تمہارے سفر خاص طور پر اللہ کی خاطر سفر ہوں دین کی خاطر ہوں، ان میں بہت زیادہ تقویٰ کا خیال رکھو۔ اگر اس پر تم قائم ہو گئے تو اپنی ذاتی اصلاح کا بھی موقع ملے گا اور اس طرح تم اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے بھی ہو گے۔ اللہ تعالیٰ سے تمہارا اخلاص کا تعلق بڑھے گا اس کی معرفت زیادہ سے زیادہ حاصل ہو گی۔ اور پھر تمہاری اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے اور انسانوں سے بھی محبت بڑھے گی۔ اور جب یہ چیزیں پیدا ہو جائیں گی تو پھر تمہارا معاشرہ یقیناً جنت نظیر معاشرہ کہلانے کا مستحق ہو جائے گا۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ دنیا میں لڑائی، جھگڑے، فساد اس وقت زیادہ بڑھتے ہیں جب انسان دوسرے انسان پر بھروسہ کرتا ہے یا بھروسہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ انسانوں سے زیادہ توقعات رکھتا ہے۔ اللہ کی بجائے انسانوں پر توقعات ہوتی ہیں۔ ان پر زیادہ امیدیں لگا کے بیٹھا ہوتا ہے۔ تو جب اس سوچ کے ساتھ جو کسی کے گھر مہمان بن کر آئیں گے یا جائیں گے تو مہمانوں میں بھی اور میزبانوں میں بھی ہمیشہ بدظنیاں پیدا ہوں گی اور رنجشیں پیدا ہوں گی۔ اور ہمارے معاشرے میں تو بعض طبیعتیں اس کو کچھ زیادہ

محسوس کر لیتی ہیں اور دلوں میں رنجشیں پالتے رہتے ہیں۔ یہ سب تقویٰ کی کمی ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ بعض لوگ جو عقلمند ہیں بڑا اچھا کرتے ہیں کہ اپنے چھوٹے خیمے لگا کر اپنی رہائش کا بندوبست کر لیتے ہیں۔ مجھے نہیں پتہ کہ یہاں یہ انتظام ہے کہ نہیں اور پھر جو صاحب استطاعت ہیں وہ اپنے کاروان (Caravan) بھی لے کے آجاتے ہیں۔ اور یہ بڑی اچھی بات ہے۔ آزادی سے رہتے ہیں۔ تو انتظامیہ کی طرف سے صرف خیموں اور Caravan کے لئے جگہ مہیا کرنے کا انتظام ہونا چاہئے۔ ان کا یہ فرض بھی ہے کہ اگر ایسے لوگ چاہتے ہوں تو وہ مہیا کریں۔ U.K. میں تو اس کا اب بہت رواج ہو گیا ہے۔ اور کھانا حضرت مسیح موعودؑ کا لنگر تو خاص طور پر ان دنوں میں چلتا ہی رہتا ہے اس کا تو کوئی مسئلہ نہیں وہ تو مہیا ہو ہی جاتا ہے۔ اور انتظامیہ کا فرض بھی ہے کہ ان دنوں میں مہمانوں کا خیال بھی رکھیں۔ یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان بن کر آرہے ہیں۔

تو میں سفر کی بات کر رہا تھا، کہ سفر جو بھی ہو بہرحال سفر ہی ہوتا ہے۔ اس لئے جو بھی انتظام ہو جتنا مرضی بہترین انتظام ہو کچھ نہ کچھ اس میں ایسی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو بعض دفعہ تکلیف کا باعث بنتی ہیں۔ اس لئے مسافروں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے سفر میں آسانی کے لئے خیر مانگتے رہنا چاہئے تاکہ ہمیشہ یہ سفر آرام سے گزریں جس قسم کے مرضی سفر ہوں۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میں سفر پر روانہ ہونا چاہتا ہوں مجھے زاد راہ عطا کیجئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ کی زاد راہ عطا کرے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کچھ اور بھی دعا دیجئے۔ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تیرے گناہوں کو بخش دے۔ ابھی بھی اس کی تسلی نہیں ہوئی، اس نے عرض کی: میرے والدین آپ پر قربان جائیں، مجھے کچھ اور دعا بھی دیجئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے خیر آسان کر دے۔ (ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء ما یقول اذا ودع انسانا)

تو دیکھیں اس صحابی نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے کتنی جامع دعا منگوائی کہ سفر میں ہمیشہ ایسے حالات رہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی خیر اور فضل ملتا رہے۔ اگر یہ ملتا رہا تو مجھے تقویٰ پر چلنے میں بھی آسانی رہے گی، میرے دل میں اس کا خوف اور خشیت بھی قائم رہے گا۔ اور جب یہ قائم ہو جائے تو گناہوں سے بھی انسان بچتا رہتا ہے۔ اس لئے سفر میں خاص طور پر دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ! تقویٰ بھی تیرے فضل سے حاصل ہوتا ہے اس لئے ہمیشہ اپنا فضل فرما۔ ایسے حالات ہی پیدا نہ ہوں کہ مَیں دوسروں پر انحصار کر کے دل میں شکوہ پیدا کرنے والا بنوں اور تقویٰ سے دور ہو جاؤں۔ اس لئے اپنی جناب سے ہی مجھے ہر خیر عنایت فرماتا رہ۔ اس قسم کی دعا حضرت موسیٰؑ نے بھی سفر میں اللہ تعالیٰ سے مانگی تھی کہ ﴿رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ﴾ (القصص:۲۵)۔ اے اللہ میں تو مسافر آدمی ہوں تو ہی مجھے خیر فرماتا رہ میں تو تیرا ہی محتاج ہوں اور محتاج رہنا چاہتا ہوں اور تیرے بغیر میں ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا۔

پھر ایک روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں سفر پر جانا چاہتا ہوں آپ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ جب بھی بلندی پر چڑھو تکبیر کہو، وہ آدمی واپس ہوا تو آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! اس کی دوری کو لپیٹ دے۔ یعنی اس کا سفر آسان کر دے اور طے کر دے۔ (ترمذی کتاب الدعوات باب مایقول اذا ودع انسانا) ایک تو اس میں یہ سبق ہے کہ جب بھی سفر پر روانہ ہوں پہلے دعا کر کے چلنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہر سفر کی مشکل اور پریشانی اور صعوبت سے بچائے، تکلیف سے بچائے۔

آنحضرت ﷺ نے ہمیں سفر کرنے کے بارے میں جو طریق سکھلائے ان میں سے کچھ بیان کرتا ہوں۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ دعا کر کے چلنا چاہئے۔ پھر سفر میں دعا مانگے وہ دعا بھی ہمیں سکھا دی کہ سفر شروع کرنے سے پہلے جب سواری پہ بیٹھ جائیں تو تین بار تکبیر کہتے ہوئے یہ دعا مانگو ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ۔ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ (الزخرف:۱۴)۔ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے تابع فرمان کیا حالانکہ ہم اسے قابو میں رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اور ہم اپنے رب کی طرف ہی جانے والے ہیں۔ پھر اور آگے دعائیں ہیں کہ اے ہمارے خدا! ہم تجھ سے اپنے سفر میں بھلائی اور تقویٰ چاہتے ہیں۔ تُو ہمیں ایسے نیک عمل کرنے کی توفیق دے جو تجھے پسند ہیں۔ اے ہمارے خدا! تو ہی ہمارا یہ سفر آسان کر دے اور اس کی دوری کو لپیٹ دے۔ اے ہمارے خدا! تو سفر میں ہمارے ساتھ ہو اور پیچھے گھر میں بھی خبر گیر ہو۔ اے ہمارے خدا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفر کی سختیوں سے، ناپسندیدہ اور بے چین کرنے والے مناظر سے، مال اور اہل و عیال میں برے نتیجے سے اور غیر پسندیدہ تبدیلی سے۔ پھر جب آپؐ سفر سے واپس آتے تو یہی دعا مانگتے۔ اس میں یہ زیادتی فرماتے کہ ہم واپس آتے ہیں توبہ کرتے ہوئے، عبادت گزار اور اپنے رب کی تعریف میں رطب اللسان بن کر۔ یعنی اسی کی تعریف کرتے رہتے ہیں۔

تو دیکھیں کیسی جامع دعائیں ہیں۔ اُس زمانے میں اگر اونٹ اور گھوڑے کی سواری تھی اس کو سدھایا جاتا تھا تو سوار بھی کوئی سواری سیکھتا تھا۔ جس کو سواری آتی تھی وہی ان سواریوں پر بیٹھ سکتا تھا۔ ورنہ اناڑی سوار کو تو یہ سواریاں فوراً نیچے پھینک دیں۔ تو آج کل بھی جو سواریاں ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی عقل دی ہے کہ وہ ایسی سواریاں بنائے اور پھر ان کے استعمال کی عقل بھی اللہ تعالیٰ نے دی اور یہ سہولت والی سواریاں پیدا فرمائیں تو فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سواری پر بیٹھو اور پھر سفر میں بھی لوگوں کی باتیں اور آپس میں چغلیاں کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے رہو، اس سے بھلائی مانگو اور اس سے ڈرتے رہو اور سفر کے خیریت سے کٹ جانے کے لئے خدا تعالیٰ سے مدد مانگتے رہو۔ یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سفر میں بھی ہماری حفاظت فرمائے۔ ہر قسم کے حادثے سے ہم کو بچا کے رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہو تو انسان ہر شر سے محفوظ رہتا ہے۔ جتنا مرضی کسی کو زعم ہو کہ ہماری نئی گاڑی ہے، بڑی اعلیٰ گاڑی ہے، یا بڑی مضبوط گاڑی ہے اور اس پر ہم انحصار کر سکتے ہیں، بڑا اعتماد کر سکتے ہیں۔ کبھی سواری پر اعتماد یا انحصار نہیں کرنا چاہئے۔ ایک پرزہ بھی ڈھیلا ہو جائے، بعض دفعہ فیکٹری سے نکل کر آتی ہے تو پرزہ ڈھیلا ہوا ہوتا ہے یا چلانے والے کو ہلکا سا نیند کا جھونکا ہی آجائے یا دوسری سواری جو سڑک پر ہے اس کی کوئی غلطی ہو جائے تو کوئی بھی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ اس لئے مومن کا تو کوئی قدم بھی اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں اٹھ سکتا۔ کوئی لمحہ بھی اس کے فضل کے بغیر نہیں گزر سکتا۔ پھر اگر گھر کے کچھ لوگ آئے ہیں یا اکیلا ہی آیا ہے تو اس سفر میں بھی یہ دعا مانگتے رہنا چاہئے کہ اے خدا پیچھے بھی خیر رکھنا یا تمام گھر والے بھی اگر سفر میں ہوں تو مال و اسباب، سامان وغیرہ گھر میں ہوتا ہے تو اس لئے پیچھے کی خیر کی دعا مانگتے رہنا چاہئے۔ یہاں تو ان ملکوں میں گھروں میں لکڑیوں کا استعمال بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ کئی واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ گھر والے کہیں گئے ہوئے ہیں اور بجلی کا شارٹ سرکٹ ہوا اور واپس آئے تو گھر راکھ کا ڈھیر بنا ہوا تھا۔ اس لئے ہمیشہ سفر میں بھی دعاؤں میں رہنا چاہئے۔ مومن کا تو ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے بغیر نہیں گزر سکتا۔

پھر سفر میں بھی ایسے مناظر دیکھنے کو مل جاتے ہیں جو انسان کی طبیعت پر برا اثر ڈالتے ہیں کوئی ایکسیڈنٹ ہی دیکھ لیا اس سے طبیعت پر ایک بوجھ پڑ جاتا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ ہمیشہ خود بھی دعا کرتے تھے اور ہمیں بھی یہی حکم ہوا کہ جب بھی سفر پر ہو دعائیں مانگتے رہو اور سفر سے واپس آؤ تو اللہ کا شکر ادا کرو۔ توبہ کرتے ہوئے گھر میں داخل ہو، اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ دو تاکہ ہمیشہ اس کا فضل شامل حال رہے۔

حدیث میں آتا ہے، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تین آدمی سفر پر جائیں تو اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر مقرر کر لیں۔

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الجہاد۔ باب فی القوم یسافرون یومرون)

بعض لوگ گروپوں کی شکل میں نکلتے ہیں تو اپنا امیر مقرر کر لیں۔ یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہئے کہ امیر ضرور مقرر کیا جائے اور پھر جب آپ نے امیر مقرر کر لیا تو اس کو مشورہ تو ضرور دیں، مشورہ دینے کا آپ حق رکھتے ہیں لیکن اگر وہ شریعت کے خلاف کوئی بات نہیں کر رہا تو اس کی ہر بات بھی ماننی پڑے گی۔ اور بچوں میں یہ روح پیدا کرنے کے لئے کہ یہ اللہ کے رسول کا حکم ہے کہ سفروں میں امیر مقرر کرو، بچوں کے ساتھ جب سفر کریں تو باپ یا جو بھی اس خاندان کا بڑا ہو جس کو بھی آپ امیر بنائیں، بتائے کہ یہ امیر ہے اور اس کی بات ماننی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے بتایا ہے کہ سفروں میں امیر ہونا چاہئے۔ تو جب آپ بچوں کو اس طرح ٹریننگ دیں گے تو بچوں کو بچپن سے ہی نظام جماعت سے اطاعت کی بھی عادت پیدا ہو جائے گی اور ایک سفر سفر میں ہی بچوں کو سبق مل جائے گا۔

پھر ایک روایت ہے حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

Nayaab Travel Fernreisen

احمدی احباب کے لئے ڈسلڈورف میں دنیا بھر کے خوشگوار سفر اور کم قیمت ٹکٹوں کے لئے ایک ہی نام۔ نایاب ٹریول۔

مزید معلومات اور فوری بکنگ کے لئے بی۔ بیگ سے رابطہ کریں

Tel: 00 49 - 211 - 2205611 Fax: 00 49 - 211 - 220 5613

e-mail: nayaab@web.de

Pionier Str. 15 40215 - Dusseldorf (Germany)

ﷺ سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور وہاں دو رکعت نفل نماز پڑھتے۔

(بخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک)

تو جیسا کہ پہلے بھی میں نے بتایا ہے کہ آپؐ نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ سفر سے واپسی پر توبہ کرتے ہوئے، اللہ کی تعریف کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اور اس سے دعائیں مانگتے ہوئے گھروں میں داخل ہو جاؤ۔ تو اس حدیث نے یہ نمونہ دیا کہ سفر سے واپس آکر دو نفل مسجد میں ادا کرتے تھے۔ اب دیکھ لیں کیا ہوتا ہے۔ ہر ایک اپنا اپنا جائزہ لے سکتا ہے، اپنا محاسبہ کر سکتا ہے کہ نفل تو علیحدہ رہے بہت سے ایسے ہیں کہ سفر سے واپس آکر بچوں میں یا دوسرے گھریلو معاملات میں یا اپنی مجلسوں میں اتنے کھو جاتے ہیں، دنیاوی معاملات میں اتنے زیادہ گم ہو جاتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ آجکل کا سفر اُس زمانے کے سفر کے لحاظ سے بہت آرام دہ ہے، کوئی مقابلہ ہی نہیں اس زمانے کے سفر کے ساتھ، لیکن پھر بھی جو فرض نمازیں ہیں وہ بھی قضا کر کے پڑھتے ہیں یا پڑھتے ہی نہیں اور تھکاوٹ کا بہانہ بنا لیتے ہیں۔ اگر ہر کوئی اپنا اپنا جائزہ لے تو آپ کو بڑی واضح تصویر سامنے آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سب سستیاں دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ کیونکہ وہ تمہارے کھانے، پینے اور سونے میں روک بنتا ہے پس چاہئے کہ جب مسافر اپنا کام مکمل کر لے تو اپنے اہل کی طرف واپسی کے لئے جلدی کرے۔ (مسلم کتاب الامارۃ۔ باب السفر قطعۃ من العذاب واستحباب تعجیل المسافر الی اھلہ بعد قضاء مشغلۃ)

آجکل بھی آپ دیکھ لیں کہ باوجود اس کے کہ سفر میں بہت سی آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ جہازوں، کاروں، گاڑیوں وغیرہ کے ذریعے ہم ہزاروں سینکڑوں میل کا سفر گھنٹوں میں طے کر لیتے ہیں لیکن اس کے باوجود گھر سے بے گھر ہو کر ڈسٹرب (Disturb) ضرور ہوتے ہیں۔ آدمی کی وہ روٹین (Routine) نہیں رہتی جو اپنے گھر میں ہوتی ہے کھانے کے اوقات میں یا اس کی پسند میں تبدیلی آجاتی ہے۔ بعض مریضوں اور خوراک کے معاملے میں خاص مزاج رکھنے والے لوگوں کو تو سفروں میں بہت دقت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر اوقات کی پابندی نہ ہونے کی وجہ سے نمازوں کی ادائیگی میں باقاعدگی نہیں رہتی، سونے جاگنے میں باقاعدگی نہیں رہتی۔ جن کو وقت پر فجر کی نماز پڑھنے کی عادت بھی ہو وہ بھی بعض دفعہ سفر کی وجہ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے اور نماز چھوٹ جاتی ہے۔ اور بعض لوگ جس طرح کہ پہلے میں نے کہا کہ رات دیر تک مجلسیں لگانے کی وجہ سے ان کی نمازیں قضا ہو جاتی ہیں۔ تو جب اللہ کے حقوق ادا نہ ہو رہے ہوں تو پھر سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہی بن جاتا ہے۔

پھر ایک روایت میں ہے حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص کسی مکان میں رہائش اختیار کرتے یا کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے وقت یہ دعا مانگے کہ میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں اور اس شر سے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے پناہ چاہتا ہوں۔ عربی میں الفاظ یہ ہیں اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ۔ تو فرمایا کہ جب یہ دعا مانگو گے تو اس شخص کو رہائش اختیار کرنے یا اس جگہ سے کوچ کرنے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ (مسلم کتاب الذکر باب التعوذ من سوء القضاء ودرک الشقاء وشرہ)

تو سچی نیت سے تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے جب مومن سچے دل سے یہ دعا مانگے گا تو اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ضمانت دیتے ہیں کہ پھر تم ہر شر سے محفوظ رہو گے۔ تو اس سفر میں بھی جو آپ کا خالصۃً للّٰہی سفر ہے اور آئندہ ہر قسم کے سفر میں اس دعا کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ دعاؤں پر زور دیں اور ہمیشہ سفروں میں دعاؤں پر زور دیتے رہیں کہ مسافر کی دعائیں بھی بہت قبول ہوتی ہیں۔

ایک روایت ہے، آپؐ نے فرمایا: تین دعائیں ایسی ہیں جو قبولیت کا شرف پاتی ہیں۔ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور باپ کی بیٹے کے بارے میں بد دعا۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب ما ذکر فی دعوۃ المسافر)

تو یہ تو فرمایا کہ سفر میں دعائیں مانگو اور یہ بھی ہمیں بتا دیا کہ کیا کیا دعائیں مانگو کچھ تو میں پہلے بتا آیا ہوں۔ ان دعاؤں کے بارے میں ایک اور بھی روایت ملتی ہے کہ کیا دعا مانگنی چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے اور رات ہو جاتی تو آپؐ دعا کرتے کہ اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ میں تجھ سے اور جو کچھ تیرے اندر ہے اس کے شر سے، اور جو کچھ تیرے اندر پیدا کیا گیا ہے اس کے شر سے، اور جو کچھ تیرے اوپر چلتا ہے اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں شیر اور اژدھا اور سانپ اور بچھو کے شر سے اور شہروں کے رہنے والوں سے اور بدی کا آغاز کرنے والے سے اور اس بدی سے جس کا اس نے آغاز کیا۔ (سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب ما یقول الرجل اذا نزل المنزل)

تو دیکھیں کئی جگہ جب آدمی جاتا ہے تو بہت سے ناپسندیدہ واقعات ہو جاتے ہیں۔ آپؐ نے ان سب سے پناہ مانگی ہے۔ ان ملکوں میں آپ لوگ جو پاکستان سے آئے ہیں یا یہاں بھی سفر کرتے رہتے ہیں یا دنیا میں احمدی کہیں بھی سفر کر رہے ہیں، ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں تو بعض برائیاں حملہ آور ہوتی ہیں، ان سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

بہت زیادہ استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر یہاں کے ماحول کی آزادی اور بعض ایسی غلط باتیں ہیں جن سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہئے۔ آپ کی روایات آپ کے مذہب کی تعلیم یہی ہے کہ ان باتوں سے بچو اور اپنی روایات کو قائم رکھو اور اس معاشرے کی برائیوں کا زیادہ اثر نہ لو۔ لیکن اکثر لوگ اثر لے لیتے ہیں اور پھر وہ کہتے ہیں نا! ’کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا‘۔ پھر نہ اپنی چال رہتی ہے نہ ہنس کی چال رہتی ہے۔ تو کسی معاشرے کی اچھائیاں اپنانا اچھی بات ہے۔ بلکہ یہ مومن کی گمشدہ چیز ہے، متاع ہے۔ لیکن ہر معاشرے کی جو برائیاں ہیں ان سے ضرور بچنا چاہئے۔ اور یہ اچھائی اور برائی کی تمیز آپ کو اس وقت ہو گی جب آپ کو دین کے بارے میں بھی صحیح علم ہو گا۔ اس لئے اپنے دین کے سیکھنے پہ بھی بہت غور کرنا چاہئے۔

پھر ایک روایت ہے حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سفر کی غرض سے روانہ ہونے کیلئے سورج کے غروب ہو جانے سے رات کی سیاہی کے دور ہونے تک اپنے جانوروں کو نہ کھولو کیونکہ رات کی تاریکی میں شیاطین چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الجہاد باب م فی کراھیۃ السیر اولی النہار)

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رات کو سفر کرنے سے بچیں۔ یہاں یورپ میں بھی اور دوسرے ملکوں میں بھی وقت بچانے کے لئے رات کا سفر کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ اور خاص طور پر جب کاموں سے فارغ ہو کر چاہے وہ دنیاوی کام ہوں یا دینی مقاصد کیلئے سفر ہوں اجتماعوں، جلسوں وغیرہ پر آنے جانے کے لئے اس طرح سفر کرنا چاہئے کہ اگر انتہائی مجبوری بھی ہو تو کم از کم نیند پوری ہو جائے۔ اور یہ تسلی ہو کہ راستہ بھی محفوظ ہے۔ بہت سے حادثات صرف نیند نہ لینے کی وجہ سے یا تھکاوٹ کی وجہ سے ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ہم سب کی تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔ اس لئے ہمارے محسن اعظم ﷺ نے جو بظاہر چھوٹی چھوٹی نصائح ہمیں فرمائی ہیں ان کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہئے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

پھر ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دعا کی کہ: اے اللہ میری امت کے علی الصبح کئے جانے والے سفروں میں برکت رکھ دے۔ یہ روایت حضرت صخرؓ غامدی کی ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ جب کسی سریّہ یا کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو اسے دن کے پہلے حصے میں روانہ فرماتے۔ اور صخرؓ ایک تاجر شخص تھے وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے تجارتی اموال دن کے پہلے حصے میں روانہ کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے وہ مالدار ہو گئے اور ان کا مال بہت بڑھ گیا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الابتکار فی السفر)

تو کاروباری آدمی کو بھی سفر صبح صبح کرنا چاہئے۔ کوئی بھی سفر ہو جلدی نکلنا چاہئے کیونکہ صبح کے سفر شروع کرنے میں بہت برکت ہے۔ آدمی اس دعا کا حقدار بن جاتا ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کے لئے کی۔ لیکن یہ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ برکتیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملتی ہیں۔ اس لئے یہ ہمیشہ مدنظر رہنا چاہئے کہ سفر شروع کرتے وقت بھی اور سفر کے دوران بھی اور واپسی پر بھی کہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی عبادت سب سے اول ہے۔ جب اس سوچ کے ساتھ آپ اپنے کاروباری سفر کریں گے تو ان میں پہلے سے بہت زیادہ برکت پڑے گی۔ کئی لوگ ملتے ہیں، کاروبار کرتے ہیں یا ملازمتوں پر جاتے ہیں باقاعدگی سے روزانہ صبح اٹھنے والے بھی ہیں لیکن ان کا طریق یہ ہو گیا ہے کہ گھر سے نماز سے چند منٹ پہلے نکلے اور راستے میں کار چلاتے وقت ٹکریں مار کے نماز پڑھ لی یا کچھ لوگ کبھی نہیں بھی پڑھتے۔ تو یہ بالکل غلط طریق ہے۔ یا تو گھر سے نماز پڑھ کر اور دعا کر کے سفر شروع کریں یا راستے میں رک کر نماز

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

ادا کریں۔لیکن نماز کو نماز سمجھ کر پڑھنا چاہئے نہ کہ جان چھڑانے کے لئے یا مجبوری کے تحت کہ نماز پڑھنی ہے گلے سے اتارو۔اس طرح ٹکریں نہیں مارنی چاہئیں۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس طرح نہ پڑھو کہ لگے کہ مرغی دانہ کھا رہی ہے، صرف ٹکریں ہوں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے سفر کا کس طرح اہتمام فرماتے تھے۔حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ تحریر فرماتے ہیں کہ ان سفروں میں جو آپ نے بعثت سے پہلے زمانے میں حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب مرحوم کی اطاعت و پیروی کا نمونہ دکھانے کے لئے کئے آپ کے معمولات بہت مختصر تھے۔کسی قسم کا سامان آپ ساتھ نہیں لیتے تھے۔صرف وہی لباس ہوتا تھا جو آپ پہنے ہوئے ہوتے تھے اور ایک مختصر سا بستر، ایک لوٹا اور ایک گلاس بھی لیا کرتے تھے۔اور جو بعثت کے بعد کے سفر ہیں ان کی نوعیت پھر تبدیل ہوگئی۔کیونکہ سفروں میں بہت سارے لوگ آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔قافلہ ہوتا تھا، ایک جماعت ساتھ ہوا کرتی تھی۔اس لئے آپ کا معمول تھا کہ بہت سی موم بتیاں، ضروری ادویات اور دیا سلائی وغیرہ تک ساتھ رکھا کرتے تھے۔تا کہ جب کسی چیز کی ضرورت ہو تلاش نہ کرنی پڑے۔اور انہوں نے لکھا ہے کہ چونکہ اس وقت سیاہی بھرے ہوئے پینوں (Pens) کا رواج نہیں تھا تو اس لئے قلم کاغذ دوات بھی ساتھ رکھا کرتے تھے۔اور لمبے سفروں میں جو تبلیغی سفر تھے عام طور پر حضرت ام المومنین اور بچوں کو ساتھ رکھتے تھے اور یکّے (ٹانگے) کی سواری میں آپ اندر بیٹھا کرتے تھے۔اور ریلوے کے سفر میں سیکنڈ کلاس میں ابتداءً اور پھر تھرڈ اور انٹر میں سفر کیا کرتے تھے۔مگر آپ تھرڈ، انٹر یا سیکنڈ کی تمیز یا خصوصیت نہیں کرتے تھے بلکہ صرف چونکہ ان کلاسوں میں بیت الخلاء کی زیادہ سہولت ہوتی ہے اس لئے اس کو پسند کرتے تھے اور ضرورت پڑتی تھی اور عام طور پر آپ کا طریق یہ تھا کہ علی الصبح سفر پر روانہ ہوتے تھے (اسی حدیث کی روشنی میں) جب ریلوے سفر ہوتا تو ریل کے اوقات کے لحاظ سے بعد دوپہر بھی روانہ ہوتے۔رات کے پہلے حصے میں سفر کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ رات کے پہلے حصے میں سفر کیا جائے۔بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ تھوڑی دیر آرام کر کے پھر سفر کرنا چاہئے۔وہی جو میں نے بات آپ سے کی کہ کچھ دیر نیند پوری کر کے پھر سفر کرنا چاہئے۔اور ثابت نہیں ہے کہ رات کے ابتدائی حصے میں آپ نے سفر کیا ہو۔وہ لکھتے ہیں کہ اس سے میری مراد یہ ہے کہ یہ کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے سفر کا آغاز رات کے ابتدائی حصے میں کیا ہو۔ریل کے سفر میں بھی اس کو ملحوظ رکھتے تھے۔

پھر ایک روایت ہے آخری روایت۔حضرت ابو اُمامہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے سیر و سیاحت کی اجازت دیجئے۔آپؐ نے فرمایا میری امّت کی سیر و سیاحت اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی النھی عن السیاحۃ)

تو اس حدیث میں ہمیں ایک یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تمہارے جو بھی سفر ہیں ایک بات یاد رکھو کہ یہ سفر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے ہوں۔سیر کرنے کے لئے بھی جب نکلو تو اللہ کی مخلوق پر غور کرتے رہو۔مختلف نظارے دیکھو، ان پہ غور کرو۔اور پھر تمہارا یہ سفر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے اور اس کی طرف لے جانے والا ہو۔جہاد یہ نہیں کہ صرف تلوار سے ہی جہاد کرنا ہے۔بلکہ اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤ۔تمہارے سفر میں اپنے نفس کے خلاف بھی جہاد ہے۔ایسے موقعے پیدا ہوں تو اپنے آپ کو بھی تقویٰ پر قائم رکھو اور کبھی ایسا فعل سرزد نہ ہونے دو جو تمہیں خدا تعالیٰ سے دور لے جانے والا ہو جائے۔بلکہ تمہارا سفر اور تمہارے سفر میں اٹھنے والا تمہارا ہر قدم اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے والا ہو۔اور پھر اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ماننے والوں کا سب سے بڑا جہاد دعوت الی اللہ ہے۔اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانا ہے۔اس کے لئے اپنے سفروں میں تبلیغ کے مواقع ہر ایک کو پیدا کرنے چاہئیں۔کاروباری سفر بھی اگر ہے تو جس جگہ آپ کاروبار کے لئے جائیں وہاں آپ کے نمونے اور آپ کے طرز عمل کو دیکھ کر لوگوں کی توجہ آپ کی طرف ہو۔اپنے اندر ایک ایسی پاک تبدیلی پیدا کریں جو لوگوں کو نظر آتی ہو اور جس کو دیکھ کر لوگوں میں خود بخود آپ کے دین کی کشش پیدا ہو جائے، اسلام کی کشش پیدا ہو جائے۔اگر دینی اجتماعات کے لئے سفر پر نکلے ہیں تو ان سفروں میں بھی ان اجتماعوں کے بعد ہر احمدی کی طبیعت میں ایک روحانی انقلاب پیدا ہونا چاہئے۔پہلے سے بڑھ کر تقویٰ کے معیار قائم ہوں۔ایسے روحانی اجتماع میں ہر احمدی کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ایک جوش پیدا ہو جائے، یہی جہاد ہے۔اللہ کرے کہ اس جلسے میں آنے والا ہر احمدی اس جذبے کے تحت اس جلسہ میں شامل ہو اور یہ جلسہ ہر احمدی کے لئے بے انتہا برکتوں، رحمتوں اور فضلوں کا لانے والا بن جائے اور ہر احمدی میں ایک انقلابی تبدیلی پیدا ہو جائے جو نظر بھی آتی ہو۔اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

آخر میں ایک افسوسناک خبر ہے اس کے بارے میں ذکر کروں گا۔حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی 21 جون کو وفات ہوگئی تھی۔آپ کی عمر 90 سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔اور آپ بڑا لمبا عرصہ بیمار رہے۔1914ء میں آپ پیدا ہوئے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دوسرے بیٹے تھے۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سفروں میں کافی رہے ہیں۔اور پھر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا، یونیورسٹی سے گریجوایشن کی اور اس کے بعد آپ نے زندگی وقف کر دی۔اور تحریک جدید میں حضرت مصلح موعود نے ان کو لگایا تھا۔اور آپ نے بڑا لمبا عرصہ خدمت سلسلہ کی توفیق پائی۔بطور وکیل صنعت، زراعت، آپ بہت عرصہ وکیل التبشیر رہے ہیں، وکیل الدیوان رہے پھر تحریک جدید کے وکیل اعلیٰ رہے۔اور پھر صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ بھی رہے۔خلافت رابعہ کے دور میں صدر مجلس تحریک جدید رہے۔ابھی میں نمازوں کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے دعا کریں۔آپ کے دو بیٹے ہیں اور ایک بیٹی جو یہیں کینیڈا میں رہتی ہیں امتہ الباقی عائشہ، ان کے خاوند ظفر نذیر صاحب ہیں۔اور بیٹے مرزا مجیب احمد صاحب اور ڈاکٹر مرزا خالد تسلیم صاحب۔ڈاکٹر خالد تسلیم صاحب بھی آجکل ربوہ میں ہیں اور اللہ کے فضل سے اہل ربوہ کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزا دے اور ان سب کو صبر کی توفیق دے۔میاں مبارک احمد صاحب میرے ماموں بھی تھے۔

❁❁❁ ❁❁❁ ❁❁❁

ہمیں ہیں وحدتِ آدم کے عالمی منّاد

رقم ہے تختیٔ دل پر یوں اہتمام کے ساتھ
کہ نامِ بندہ بھی اونچا ہے تیرے نام کے ساتھ
عطا ہوا ہے تقدس جو میرے شہروں کو
فرشتے اُس کو بڑھاتے ہیں التزام کے ساتھ
ہے اُونچے اُونچے مقامات پر قدم میرا
ہیں بالا بالا منازل مرے خرام کے ساتھ
ہمارا ظرف کہ دریا ہی سارا پی جائیں
وہ ایک چُلّو میں ڈوبیں گے مہرِ شام کے ساتھ
جو میری ذات کو عظمت ملی ہے ربّ سے ملی
خواص سے ہے نہ وابستہ یہ عوام کے ساتھ
بہا کے لے گیا سیلابِ اژدھام اُن کو
جو اقتدار میں آئے تھے اژدھام کے ساتھ
ہمارا مسلک واعلان آدمیّت ہے
معاملات ہیں اپنے سب احترام کے ساتھ
ہمیں ہیں وحدتِ آدم کے عالمی منّاد
نظامِ دہر ہے وابستہ اس نظام کے ساتھ
ہمارا حربۂ فتح و ظفر کلام ترا
محبتیں ہیں جو ہم کو ترے کلام کے ساتھ
تھی کل بھی آج بھی پسپا ہے فوج دشمن کی
ہے ایک فوجِ ملائک مرے اِمام کے ساتھ
مرے سجود کے آگے ہے سرنگوں دُنیا
قیامتیں کھڑی ہوں گی مرے قیام کے ساتھ
خدا نے جن پہ درود و سلام بھیجا ہے
درود پڑھتا ہے اُن پر ظفرؔ سلام کے ساتھ

(راجہ نذیر احمد ظفر)

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: **Muhammad Sajid Qamar**
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

بقیہ: مودودی صاحب کا نظریۂ جہاد از صفحہ نمبر ۴

کے جارحانہ اقدامات کا دعویٰ صحیح اور معتبر تواریخ کی روشنی میں کسی طرح ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

رومی جنگیں تاریخ کی روشنی میں

ہم سب سے پہلے رومی جنگوں کو لیتے ہیں تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ سلطنت روم کے ساتھ مسلمانوں کا سب سے پہلا تصادم غزوۂ موتہ کے موقع پر ہوا اور یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا کہ تصادم کی وجہ یہ تھی کہ مسلم پارٹی اپنی طاقت کے نشہ میں مخمور ہونے کے بعد رومن حکومت کے تختہ کو الٹنے کیلئے مجبور ہوگئی تھی۔ بلکہ اس کے صریح خلاف ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ خود مملکت روم نے بیکس اور مظلوم مسلمانوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ اپنی حفاظت اور اپنی ریاست کی حفاظت کیلئے میدان جنگ میں آئیں۔ ورنہ ان کے پروگرام میں کوئی ایسی تجویز موجود نہ تھی جس کے مطابق وہ اپنا نظام تلوار کی نوک سے قائم کرنا چاہتے تھے۔

چنانچہ یہ تاریخ کا ایک کھلا ورق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد رؤسا اور سلاطین کو حق و صداقت کی طرف دعوت دینے کیلئے جو خطوط ارسال فرمائے تھے ان میں سے ایک خط حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی کے ہاتھ حاکم بُصریٰ کے نام بھی روانہ کیا تھا۔ حضرت حارثؓ ابھی بُصریٰ تک پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ قیصر روم کے صوبیدار شرجیل بن عمر غسانی نے ملکی قوانین کو نظرانداز کرکے ان کو گرفتار کرلیا اور یہ دیکھ کر کہ آپ مسلمان ہیں اور رسولؐ اللہ کا دعوت نامہ لئے جارہے ہیں اس بدبخت نے بعد کو انہیں شہید کر دیا۔

اس شہادت کی زہرہ گداز خبریں جب مدینہ میں پہنچیں تو حضرت رسول مقبول ﷺ نے اس سفا کی اور سنگدلی کے خلاف عملی اقدام کرنے کیلئے جمادی الاوّل ۸ ہجری میں حضرت زیدؓ بن حارث کی سرکردگی میں تین ہزار کا لشکر روانہ فرمایا۔ ہندوستان کے مشہور اسلامی مورخ علامہ شبلی مرحوم اس موقع پر لکھتے ہیں:۔

’’شرجیل نے ان کو قتل کر دیا۔ ان کے قصاص کیلئے آنحضرت ﷺ نے تین ہزار فوج تیار کر کے شام کی طرف روانہ کی۔‘‘

(سیرۃ النبی جلد اوّل ص ۳۷۰ ایڈیشن دوم مطبع معارف اعظم گڑھ)

تاریخ کی معتبر کتاب طبری میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لشکر جب شام میں پہنچا تو اس نے یہ خبر سنی کے قیصر روم نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے ایک لاکھ فوج قریب ہی تیار کر رکھی ہے علامہ ابن جریر کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

’’ثم مضوا حتیٰ نزلوا معان من ارض شام فبلغ الناس ان هرقل قد نزل مآب من ارض البلقاء فی ما ئة الف من روم۔‘‘

(طبری جلد ۲ ص ۳۱۹ مطبوعہ الاستقامیہ مصر)

یہ وہ آتشیں فضا تھی جس نے قیصر روم میں غزوۂ موتہ کے بعد اسلامی ریاست ختم کرنے کا جنون سا پیدا کر دیا۔ چنانچہ قیصر نے شام کے غسانی خاندان کو محض اس کام کیلئے متعین کیا کہ وہ مسلمانوں کے ختم کرنے کی سازش کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ بخاری سے ثابت ہے کہ ان دنوں غسانیوں کے حملہ آور ہونے کی خبریں مدینہ میں اکثر گرم رہتی تھیں۔

آخر جب دوسرے سال شام کی سرحد پر قیصر کی عیسائی فوجوں کا زبردست اجتماع ہو گیا تو آنحضرت ﷺ اس خبر کو سن کر اپنے صحابہ کے ساتھ مدافعت کی غرض سے تبوک تک تشریف لے گئے۔ اور گو قیصر روم اور غسانی سپاہیوں کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی مگر اس مرعوبیت نے آتش انتقام کو شعلہ جوالہ میں بدل دیا۔ اسی سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی وفات کے آخری لمحات میں انہوں نے شام اور فلسطین کی سرحدوں پر شورش پھیلانی شروع کی۔ ان تشویشناک خبروں کے موصول ہونے پر حضورؐ نے ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اس کے لئے بطور کمانڈر نامزد ہوئے۔ یہ لشکر روانہ ہونے والا تھا کہ آنحضرت ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ منصبِ خلافت میں فائز ہوئے تو آپؓ نے اس لشکر کو روانہ کر دیا اور پھر ایک مسلسل کشمکش کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قیصر کا آفتابِ حکومت اپنی نالائقیوں سے غروب ہو گیا۔

اِن واقعات کی موجودگی میں ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے قیصر گورنمنٹ کے ساتھ جو تصادم شروع ہوا وہ اس نظریہ پر مبنی تھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام یا آپ کے صحابہ کرامؓ بزور شمشیر نظام حق قائم کرنا چاہتے تھے بلکہ خود قیصر گورنمنٹ نے اسلامی تختہ الٹنے کی سازش کر کے مسلمانوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ اپنی جان اور ریاست کی حفاظت کیلئے آگے بڑھیں۔ خود مولانا مودودی صاحب نے ۱۹۴۵ء میں اس حقیقت کا اعتراف فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

’’آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں بلا شبہ صورت حال یہی ہے کہ ہر جنگ کے اسباب کفار ہی نے مہیا کئے۔‘‘ (ترجمان القرآن اکتوبر ۴۵ء)

تصادم ایران کا تاریخی پس منظر

تاریخی نقطہ نظر سے ایرانی حکومت سے چپقلش کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دوسرے خطوط کے ساتھ شہنشاہِ ایران خسرو پرویز کو دعوت نامہ بھجوایا تو خسرو پرویز نے آپ کے نامہ مبارک کو پھاڑ ڈالا اور حقارت آمیز لہجہ میں کہا’’ **یکتب اِلَیَّ هٰذا وَهُوَ عَبْدِی** ۔ (طبری جلد ۲ س ۲۶۶ مطبوعہ الاستقامیہ مصر) یعنی میرا غلام ہو کر ایمان لانے کی دعوت اور تلقین کرتا ہے۔‘‘ اس کے ساتھ ہی اپنے غیظ وغضب سے بے قابو ہو کر اس نے گورنر یمن بازان کو شاہی فرمان بھیجا کہ اس نئے مدعی نبوت کو میرے دربار میں پیش کرو۔ بازان نے بابویہ اور خرخوہ دو اشخاص کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔ ان دونوں نے جن الفاظ سے کسریٰ کا پیغام پہنچایا اس سے خسرو پرویز کی عرب دشمنی اور خصوصاً اسلام دشمنی کا پورا پورا اندازہ لگ سکتا ہے۔ انہوں نے کہا:۔

’’وقد بعثنی الیک لتنطلق معی فان فعلت کتب منک الی ملک الملوک ینفعک و یکفه عنک و ان ابیت فهو من قد علمت فهم مهلکک و مهلک قومک و مخرب بلادک۔‘‘ (طبری جلد ۲ ص ۲۶۶)

یعنی اگر آپ شہنشاہ کی حکم عدولی کریں گے تو وہ آپ کی قوم، ملک اور خود آپ کو (خاکم بدہن) تباہ و برباد کر دیگا۔

آنحضرت ﷺ نے خدا سے خبر پا کر یہ اطلاع دی کہ گستاخ خسرو پرویز آج رات میرے خدا کے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ چنانچہ بعد میں جب گورنر یمن کو شیرویہ کی طرف سے اس خبر کی تصدیق ہوگئی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ خسرو پرویز کے قتل کے بعد شیرویہ اردشیر اور کئی نو عمر لڑکے اور لڑکیوں کے تخت نشین ہونے کے بعد جب یزدجرد برسر اقتدار آیا تو اس وقت خلافت اولیٰ کا آغاز تھا۔ اندرونی طور پر بے شمار فتنے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور بیرونی طور پر ہرقل اور دوسرے دشمنوں سے سلطنتِ اسلام کچھ متزلزل سی ہو رہی تھی۔ اِن نازک حالات میں یزدجرد نے خسرو پرویز کی پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اپنی فوجیں عراق میں جمع کرنی شروع کر دیں۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے ایرانی حکومت کی سازشوں کو ناکام بنانے کیلئے قادسیہ کی طرف فوجیں بھجوا دیں۔

یہ تمام حالات پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ مودودی صاحب نے یہ کہہ کر انصاف کا خون کر دیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایرانی حکومت کے ساتھ جو تصادم شروع کیا تھا وہ ایک جارحانہ حملہ تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح یزدجرد کے ہاتھ سے اقتدار چھین لیا جائے اور صالحین ایران پر قابض ہو کر نظام اسلامی کو قائم کرسکیں۔

حضرت عمرؓ کا اعلان حق

اس موقع پر یہ بات بے حد حیران کن ہے کہ مودودی صاحب کی نگاہ میں تو چھوٹے سے چھوٹا مسلمان امت وسطیٰ اور خدائی فوجدار ہونے کی حیثیت سے اس بات کا ذمہ دار ہے:۔

اوّل :۔ ’’کفر اور کافرانہ نظام زندگی کا وجود خود ایک مستقل سبب جہاد ہے اور جب تک یہ دنیا میں باقی ہیں اگر شرائط و حالات بہم ہوں تو مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ چین کی نیند سوئیں۔‘‘ (ترجمان القرآن اکتوبر ۴۵ء ص ۱۸۱)

دوم :۔ ’’اسلام ان کے اس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے کہ ایسے کسی طریقہ پر حکومت کا نظام چلائیں جو اسلام کی نگاہ میں فاسد ہے۔‘‘ (جہاد فی سبیل اللہ)

سوم :۔ ’’اس پارٹی کیلئے حکومت کے اقتدار پر قبضہ کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔‘‘ (ترجمان القرآن مئی ۱۹۳۹ء)

مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقدس خلیفہ رسول جس کے ہاتھ سے ایران کی حکومت پاش پاش ہوئی اسلام کے اس نظریہ فوجداری سے بالکل بے خبر تھے کیونکہ مودودی صاحب کے نقطہ خیال سے تو آپ کا یہ فرض تھا کہ آپ اس وقت تک لڑائی کرتے جاتے ہیں جب تک کہ دنیا بھر میں نظام حق قائم نہ ہو جاتا۔ مگر آپ نے تو آگے بڑھنے کی بجائے ایرانی جنگوں کے متعلق کئی دفعہ اس خواہش کا اظہار فرمایا ہے کہ اے کاش! ایران میں جانبین کی طرف سے لڑائی کی نوبت ہی نہ آتی۔ چنانچہ خراسان کی فتح کی خبر سن کہ آپ نے ایک آہ بھری اور فرمایا:۔ **’’لو ددت انی لم اکن بعثت الیها جنداً ولو ددت انه کان بیننا وبینها بحر من نار۔** (طبری جلد ۳ص ۲۴۶)

اسی طرح جلولاء کی فتح کے موقع پر کہا:

’’لو ددت ان بین السوا د و بین الجبل سدا لا یخلصون الینا ولا نخلص الیهم حسبنا من الریف السواد۔‘‘

(طبری جلد ۳ص ۱۳۵)

یعنی میں تو یہ چاہتا تھا کہ ہمیں جو کچھ علاقہ مل چکا ہے اسی پر اکتفاء کیا جاتا اور ایرانی فوجیں نہ ہمارے علاقے میں آتیں اور نہ ہم ان کے علاقے میں جاتے۔‘‘

یہی نہیں اس سے بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایران کے تصادم کے متعلق ایک فیصلہ کن اعلان بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ طبری جلد ۳ص ۱۸۳۔۱۸۵ میں لکھا ہے کہ ایران کے مفتوح علاقے سے جب ایک وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ آپ کے ہاں ابھی تک شورشیں کیوں اُٹھتی ہیں؟ ثابت بن قیس جو اس وفد کے ممبر تھے انہوں نے عرض کی۔ یا امیر المومنین! آپ نے ایرانی بادشاہ کے مغلوب ہو جانے کے بعد مزید فوج کشی سے منع کر رکھا ہے۔ بس جب تک یہ فتنہ پرداز ایران میں موجود رہے گا کسی نہ کسی فتنہ کا اٹھتے رہنا ضروری ہے۔ اس کے بعد کہا:۔

’’وقد رایت انا لم ناخذ شیئاً بعد شیء الا با نبعاثهم ولا یزال هذا دابهم حتی تاذن لنا فلنتسع فی بلادهم حتی نزیله عن فارس و نخرجه عن مملکهته۔‘‘

یعنی آپ جانتے ہیں ہم نے ایران پر جارحانہ حملہ نہیں کیا بلکہ ہر دفعہ ایرانیوں کی طرف سے پہلے لشکر کشی کی گئی اور یہ لشکر کشی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ آپ ہمیں یزدجر کو ایران کی پوری سرحدوں سے باہر نکال پھینکنے اور اسکے ملک پر قبضہ کرنیکی اجازت نہ بخشیں گے۔‘‘

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر جواب میں فرمایا:۔ ’’صدقتنی واللّٰہ۔‘‘ خدا کی قسم تم نے ان الفاظ سے میری پوری پوری تصدیق کر دی ہے۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس باطل شکن بیان کو پڑھ کر اب دنیا خود فیصلہ کرسکتی ہے کہ جنگ ایران اور نظریہ جہاد کی حقیقت وہ ہے جو خلیفۃ الرسول حضرت عمرؓ نے اسلامی لشکر کے کمانڈر انچیف ہونے کی حیثیت سے بیان فرمائی تھی یا وہ جو چودہ سو سال بعد پیدا ہونے والے مودودی صاحب اب پیش فرما رہے ہیں۔؟

لمحہ فکریہ

بہر حال تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ بات چھپائے نہیں چھپ سکتی کہ مودودی صاحب اسلام کے نظام جہاد کو پیش نہیں فرما رہے ہیں بلکہ اسلام کے نام پر چند ’’صالح سٹالن‘‘ اور ’’صالح لینن‘‘ پیدا کرنا چاہتے ہیں جو صالح قیادت کا نعرہ لگائیں اور دنیا کی دولت ذرائع اقتصاد و معیشت پر قابض ہونے کے سبز باغ دیکھتے رہیں اور تلوار کی نوک سے ’’نظام حق‘‘ کے قیام کا بہانہ لیکر سیاست اور اقتدار کی طرف بڑھ سکیں۔ اور دنیا کی بدقسمتی ہے کہ یہ سب کچھ امةً وَسَطًا کی عملی تفسیر بیان کرنے کیلئے کیا جارہا ہے۔

(باقی آئندہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات

حضرت صاحبزادہ سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام

از عاجز عایذ باللہ غلام احمدؐ۔ بخدمت اخویم صاحبزادہ سراج الحق صاحب۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ آنمخدوم پہنچا۔ موجب خوشی ہوا۔ خداوند کریم ان خدام کو خوش وخرم رکھے۔ یہ عاجز کچھ عرصہ تک بیمار رہا۔ اور اب بھی اس قدر ضعف ہے کہ کوئی محنت کا کام نہیں ہوسکتا۔ اسی باعث سے ابھی کام حصہ پنجم شروع نہیں ہوا۔ بعد درستی وصحت طبیعت انشاء اللہ شروع کیا جائے گا۔ آپ نے جو سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کی اجازت چاہی ہے۔ یہ کام صرف اجازت سے نہیں ہوسکتا۔ بلکہ امر ضروری یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے مضمون کے مناسب حال ہو۔ جب انسان کو ان باتوں پر ایمان اور ثبات قدم حاصل ہو جائے جو سورۃ فاتحہ کا مضمون ہے تو برکات سورۃ فاتحہ سے مستفیض ہوگا۔ آپ کی فطرت بہت عمدہ ہے اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ اللہ جل شانہ آپ کی جدوجہد پر ثمرات حسنہ مرتب کرے گا۔ وقال اللہ تعالیٰ ﴿وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا......﴾۔ والسلام خاکسار۔ غلام احمد از قادیان (۲۷؍مارچ ۱۸۸۵ء)

(نوٹ): حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مکتوب گرامی ایک نہایت امر اہم پر روشنی ڈالتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ سراج الحق صاحب رضی اللہ عنہ چونکہ ایک سجادہ نشین اور مشائخ خاندان میں پیدا ہوئے تھے اور ان کی تربیت اس نہج پر ہوئی تھی کہ عام پیروں کی طرح مختلف قسم کے وظائف اور اوراد پڑھتے رہا کریں۔ اور ان کے مشرب میں کسی کلام اور وظیفہ کا اثر اور قبولیت پیدا نہیں ہوتی تھی۔ جب تک کہ وہ صاحب ارشاد سے اجازت لے کر نہ پڑھا جاوے۔ اس لئے پیر صاحب نے سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کی اجازت حضرت اقدس سے چاہی۔ اس کے متعلق امر واقعہ یہ ہے کہ صاحبزادہ صاحب نے جب براہین احمدیہ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر پڑھی تو ان پر بے حد اثر ہوا۔ اور صحیح طور پر یہ بات ان کے ذہن نشین ہوئی کہ سورۃ فاتحہ کے برکات اور فیوض کے حضرت اقدس ماہر اور مورد ہیں اور آپ کی اجازت سے اگر سورۃ فاتحہ کو پڑھا جاوے تو یقیناً اس کی تاثیرات اور ثمرات نمایاں ہوں گے۔ اسی مقصد کے پیش نظر انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں اجازت کے لئے تحریر کیا۔ حضور نے جو جواب دیا وہ اس مکتوب میں درج ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اقدس طوطے کی طرح رٹنا اور بنا سوچے سمجھے جنتر منتر خدا کے کلام کو پڑھنا پسند نہ فرماتے تھے اور نہ اس طریق سے اپنے خدام کی اصلاح اور روحانی تربیت کرتے تھے بلکہ آپ حقیقت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اور جو طریق مسنون تھا اسی پر عمل کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ آپ نے مختلف مواقع پر سورۃ فاتحہ کی برکات کے متعلق ذکر فرمایا۔ مگر جب بھی اس کے برکات سے متمتع ہونے کا طریق بتایا تھی فرمایا کہ سمجھ کر پڑھو۔ آپ نے نمازوں میں ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ کے تکرار اور ﴿اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ کی دعا کی تکرار پر بھی زور دیا۔ مگر اس کے لئے آپ نے نوافل میں تکرار کرنے کی ہدایت فرمائی۔

بہرحال اس مکتوب سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور کا مسلک پرانے زمانے کی پیرزادوں یا گدی نشینوں کا نہ تھا۔ بلکہ آپ منہاج نبوت پر اپنی جماعت کی تربیت فرماتے تھے اور قرآن کریم کی بتائی ہوئی صحیح راہ پر چلنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ پیر سراج الحق صاحب جیسا کہ مَیں نے اوپر بیان کیا ہے آپ مختلف قسم کے وظائف اور اوراد کے عامل تھے۔ اور خود بھی بعض لوگوں کو اجازت دیا کرتے تھے۔

چنانچہ سورۃ فاتحہ ہی کے دفع درد کے لئے پڑھنے کی اجازت انہوں نے بعض دوستوں کو دی تھی مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت اور طریق تزکیہ کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ پیر صاحب نے خود بھی ان تمام باتوں کو ترک کر دیا اور جن دوستوں کو انہوں نے اجازت دی تھی انہوں نے بھی کبھی اس عجوبہ نمائی کو پسند نہ کیا۔ پیر سراج الحق صاحب تو اس خصوص میں ایک تھے۔ حضرت منشی احمد جان صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ لودھانوی تو اپنے زمانہ میں اس فن کے امام تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے انہوں نے فیض پایا تو اس فن کو انہوں نے محض بے حقیقت سمجھا اور ترک کر دیا۔

غرض حضور اپنی جماعت کے اندر حقیقت روحانیت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس قسم کے منتر جنتر سے متنفر تھے۔ (عرفانی)

✂✂✂ ✂✂✂

حافظ تصور حسین صاحب کے نام:

(مولوی حافظ سید تصور حسین صاحب بریلوی بھی ایک صوفی منش بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے رنگ میں بہت سے مجاہدات اور چلہ کشیاں کی تھیں اور ایک طرح پر پیر طریقت ہی تھے۔ لیکن جب سعادت ازلی انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور لے آئی تو وہ ان تمام بدعات سے پاک ہو گئے اور آپ مقبرہ بہشتی میں آرام کر رہے ہیں۔ عرفانی)

مجی اخویم حافظ صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا خط مَیں نے اول سے آخر تک پڑھ لیا ہے۔ یہ بات بہت درست ہے کہ سعید انسان کی علامت یہی ہے کہ جب تک گوہر مقصود ہاتھ نہ آوے سست نہ ہو۔ اور کسل کی طرف مائل نہ ہو۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

گر نباشد بدوست رہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

خدا تعالیٰ کی طلب بڑا مشکل کام ہے۔ گویا ایک موت ہے بلکہ درحقیقت موت ہے۔ پھر دوسری طرف عالی ہمت اور عالی فطرت اور وفادار دل کے لئے بہت سہل بھی ہے۔ وہ وہ ہے کہ جو زمانہ دراز کے طلب کو بھی ایک ساعت سے کم سمجھتا ہے۔ بقول حافظ ؎

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر
آرے شود ولیک بخون جگر شود

مگر افسوس کہ دنیا میں شتاب کاروں، بدظنوں اور کم ہمتوں کا فرقہ بہت ہے اور یہی لوگ محروم ازل سے نہیں چاہتے ہیں کہ ایک پھونک مارنے سے عرش معلّٰی تک پہنچ جائیں۔ اور اللہ فرماتا ہے ﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ﴾ (العنکبوت:۲)۔

والسلام خاکسار۔ مرزا غلام احمد"۔

(الحکم قادیان ۷/تا ۱۴/جولائی ۱۹۳۶ء صفحہ ۵)

✂✂✂ ✂✂✂

PASSIVE RADAR

ریڈار اس اصول پر کام کرتا ہے کہ اس سے بعض برقی۔ مقناطیسی لہریں فضاء میں بھیجی جاتی ہیں جو کہ کسی بھی رکاوٹ سے ٹکرا کر واپس ریڈار کے پاس آتی ہیں۔ ان لہروں کے رخ سے رکاوٹ (مثلاً دشمن کا جنگی ہوائی جہاز) کا رخ اور لہروں کے لوٹنے کے وقت سے اس کا فاصلہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اب تک تمام ریڈار اسی اصول پر مبنی تھے۔ ریڈار کے مقابل پر اپنے آپ کو بچانے کے لئے جنگی ہوائی جہاز بنانے والوں نے بھی کچھ توڑ بنا رکھے ہیں۔ چونکہ ریڈار کے لئے ان برقی۔ مقناطیسی لہروں کو فضاء میں بھیجنا لازمی ہے اس لئے انہی کے ذریعہ سے ریڈار کا توڑ نکالا گیا ہے۔ ان میں سے ایک وہ مخصوص قسم کے میزائل ہیں جو ریڈار سے بھیجی جانے والی لہروں کے ذریعہ سے ریڈار کی جگہ معلوم کرتے اور اسے تباہ کر دیتے ہیں۔ ان میں امریکی HARM میزائل سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ جوں ہی زمینی ریڈار ہوائی جہاز کو lock کرتا ہے، یعنی اس پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے HARM میزائل اس کی جگہ معلوم کر کے اسے تباہ کر دیتا ہے۔ لیکن یہ کوئی یقینی حل نہیں، کیونکہ اگر ریڈار تباہ ہونے سے پہلے ہی زمین سے فضاء میں مار کرنے والے میزائل داغ دیئے جائیں تو جہاز بھی ساتھ ہی نشانہ بن سکتا ہے۔ ریڈار کا دوسرا بڑا توڑ بھی انہی لہروں سے تعلق رکھتا ہے اور stealth ٹکنالوجی کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں جہاز کی ساخت ایسی بنائی جاتی ہے کہ وہ اپنے ساتھ ٹکرانے والی لہروں کا زیادہ سے زیادہ حصہ فضاء میں بکھیر دے اسی طرح اس کی سطح پر ایسا مخصوص مواد استعمال کیا جاتا ہے جو کہ ان لہروں کا ایک حصہ جذب کر لیتا ہے۔ اس طریق پر ریڈار سے آنے والی لہروں کا اکثر حصہ واپس ریڈار کی طرف نہیں لوٹتا اور یوں جہاز ریڈار کے لئے گویا سلیمانی چادر پہن کے اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اس قسم میں بھی امریکہ ہی کے stealth جہاز مثلاً F-117 یا B-2 بمبار طیارہ سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ کوسوو اور عراق کی دونوں جنگوں میں امریکی فضائیہ نے مشکل ترین اہداف کو نشانہ بنانے کے لئے انہی جہازوں کو استعمال کیا تھا۔

اب passive ریڈار کے ذریعہ امریکی stealth ٹکنالوجی کا توڑ نکالا گیا ہے۔ اس ٹکنالوجی کی بنیاد اس امر پر ہے کہ ہماری فضاء مختلف قسم کی برقی۔ مقناطیسی لہروں سے ہر وقت پُر ہے مثلاً ہزار ہا ریڈیو اور ٹی۔وی سٹیشن اور موبائل ٹیلیفون کے سٹیشن ہیں جو ہر وقت ایسی برقی۔ مقناطیسی لہریں فضاء میں بکھیرتے رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں فضاء میں حرکت کرنے والی ہر چیز سے یہ لہریں ٹکراتی اور بکھرتی رہتی ہیں۔ کمپیوٹر سائنس میں جدید ترقیات کے نتیجہ میں اب یہ ممکن ہو گیا ہے کہ لہروں کے اس سمندر میں سے اس بازگزشت کو معلوم کیا جائے جو فضاء میں حرکت کرنے والے جہازوں سے ان لہروں کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے اور اس طرح جہاز کا رخ، رفتار اور ساخت دریافت کی جائے۔ عام ریڈار کے مقابل پر passive ریڈار کی لہروں کا ممنبع کسی ایک جگہ موجود نہیں ہوتا، اور اکثر ریڈیو سٹیشن وغیرہ آباد علاقوں میں ہوتے ہیں جہاں شہری آبادی کی وجہ سے ان کو نشانہ بنانا مشکل ہوتا ہے مزید یہ کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس ٹکنالوجی کی ایجاد اور آئندہ ترقی و استعمالسے روایتی stealth ٹکنالوجی گویا بیکار ہو کر رہ جائے گی۔ ابھی تک امریکہ، برطانیہ، فرانس ہی اس ٹکنالوجی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ لیکن حال ہی میں چیک ریپبلک کی ایک کمپنی نے vera ers نام سے ایسا ایک ریڈار تیار کر لیا ہے۔ چین نے یہ ریڈار خریدنے میں دلچسپی ظاہر کی تھی لیکن امریکہ نے چیک حکومت پر دباؤ ڈال کر اس کا سودا رکوا دیا ہے (washington times 26.5.2004)۔

کسی بھی قسم کے ٹرانسمٹر کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ سسٹم نہایت سستا ہے۔ چیک کمپنی کا تیار کردہ سسٹم ۴۵۰ کیلومیٹر کے فاصلہ تک جہازوں کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ اُمید ہے کہ مستقبل قریب میں اس سلسلہ میں مزید تحقیق کے نتیجہ میں passive ریڈار کی صلاحیت میں مزید اضافہ ہوگا۔ فوجی استعمال کے علاوہ اس نظام کو عام فوائد کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ کم قیمت ہونے کی وجہ سے چھوٹے ہوائی اڈوں پر بھی اسے نصب کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح گاڑیوں کی نقل وحرکت پر بھی اس نظام کے ذریعہ سے نظر رکھی جا سکتی ہے۔

✽✽✽✽✽

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

بقیہ: دورہ کینیڈا از صفحہ نمبر ۱۶

میں شمار کیا ہے۔

CN Tower کینیڈا کی ریلوے کمپنی (Canadian National) نے کینیڈا کی انڈسٹری کی مہارت کا مظاہرہ کرنے کے لئے تعمیر کیا تھا۔ اس کی تعمیر کے لئے 1,537 ورکرز ہفتے میں پانچ دن، چوبیس گھنٹے روزانہ، سوا تین سال تک کام کرتے رہے۔ اس ٹاور کی تعمیر پر اُس وقت 63 ملین ڈالرز لاگت آئی تھی۔ آج کل کے حساب سے یہ رقم 300 ملین بنتی ہے۔

ٹاور پر جانے کے لئے 6 تیز رفتار کھٹولے (Elevators) ہیں جو 58 سیکنڈ میں ٹاور کے Observation Deck پر پہنچ جاتی ہے جو 346 میٹر کی بلندی پر ہے یعنی 1,136 فٹ پر)

یہاں سے آگے صرف ایک Elevator ٹاور کے بلند ترین مقام Sky Pod پر لے جاتا ہے جو 447 میٹر (1465 فٹ) پر ہے۔

ٹاور کے آبزرویشن ڈیک پر کافی کھلی جگہ بنائی گئی ہے جہاں لوگ چاروں طرف پھر کر ٹورانٹو شہر اور جھیل اونٹاریو کے مناظر سے چاروں طرف سے لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔ اس بلندی پر سے سڑکوں پر رینگتی ہوئی کاریں بچوں کی چھوٹی گاڑیاں معلوم ہوتی ہیں اور جھیل میں چلنے والی بڑی بڑی کشتیاں چھوٹی چھوٹی کاغذی کشتیاں لگتی ہیں۔

حضور انور کے ٹاور کی سیر کے لئے تشریف لانے کا جب ٹاور کی انتظامیہ کو علم ہوا تو انہوں نے جماعت کے نمائندہ کو کہا کہ آپ کو نہ بکنگ کرانے کی ضرورت ہے اور نہ ٹکٹ خریدنے کی۔ حضور انور (His Holiness) کا ٹاور پر تشریف لانا ہماری عزت افزائی ہے اور یہ کہ حضور ٹاور کا ٹور انتظامیہ کے نہایت قابل احترام مہمان کے طور پر کریں گے۔ چنانچہ انتظامیہ کو حضور انور کی متوقع آمد کی اطلاع دی گئی تو ان کا استقبالیہ وفد باہر سڑک پر آگیا اور جب ٹاور کے سامنے پہنچ کر حضور انور کار سے باہر تشریف لائے تو استقبالیہ وفد نے حضور انور کو خوش آمدید کہا اور بعد میں ایک آفیسر سارے وزٹ کے دوران ساتھ رہے اور حضور انور کے استفسارات کے جواب دیتے رہے۔

حضور انور نے ٹاور کے آبزرویشن ڈیک پر چاروں طرف پھر کر اردگرد کے مناظر دیکھے اور ٹاور کی انتظامیہ کی طرف سے جو افسر حضور کی مشایعت کے لئے آئے تھے ان سے حضور نے متعدد سوالات کئے۔ اس بلندی پر شیشے سے باہر پھرتے ہوئے ہوا اتنی تیز لگتی ہے کہ ٹوپیاں اڑنے سے بمشکل بچائی جاسکیں۔ ٹوپیوں کے اوپر مسلسل ہاتھ رکھنا پڑا۔

اس بلندی پر تیز ہوا کا یہ سلوک صرف ٹوپیوں سے ہی نہیں ہے بلکہ ٹاور کی عمارت سے بھی ہے۔ چنانچہ ٹاور کے مختلف حصوں پر جب ہوا کی رفتار 120 میل فی گھنٹہ ہوتی ہے تو ایک آدھ جھونکا 200 میل فی گھنٹہ کا آتا ہے تو ٹاور کے بلند ترین حصہ پر نصب انٹینا 1.07 میٹر (3.5 فٹ) اپنے مرکزی نقطہ سے مڑ جاتا ہے۔ Sky Pod، 0.46 میٹر (ڈیڑھ فٹ) اور Main DeckObservation، 0.229 میٹر (9 انچ) اپنے مرکزی نقطہ سے ہٹ جاتا ہے۔ چونکہ یہ لچک ٹاور کے ڈیزائن میں مدنظر رکھی گئی ہے اس لئے اس کا تیز ہوا میں اس طرح لرزنا کوئی خطرہ پیدا نہیں کرتا۔

ٹاور کے ایک حصہ میں فرش پر مضبوط شیشے (Glass Floor) کی سلیب لگائی گئی ہے جس میں سے نیچے زمین پر نظر پڑتی ہے تو کمزور دل افراد کا کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ مگر بعض من چلے اس پر چڑھ کر چھلانگیں لگاتے ہیں اور اس پر لیٹ کر تصویریں بناتے ہیں۔ حضور انور نے بھی یہ حصہ بہت دلچسپی سے دیکھا۔

Main Deck کے بعد حضور انور ٹاور کے بلند ترین مقام Sky Pod پر بھی تشریف لے گئے اور اردگرد کے دور دور تک نظر آنے والے مناظر سے لطف اندوز ہوئے۔ اس کے بعد حضور انور واپس نیچے تشریف لے آئے۔

CN Tower کی سیر کے بعد حضور انور نے ٹورانٹو ڈاؤن ٹاؤن کے ایک حصہ کا ڈرائیونگ ٹور کیا۔ حضور انور یونیورسٹی ایوینیو سے کوئینز پارک (Queens Park) تک گئے جو صوبائی اسمبلی کا صدر دفتر ہے۔ اور اس کے اردگرد یونیورسٹی آف ٹورانٹو کی عمارتیں ہیں۔ وہاں سے واپس آ کر قافلہ Gardiner Expressway اور ڈان ویلی پارک وے (Don Valley Pkwy) کے راستے سے مسجد بیت الحنیف پہنچا۔ جہاں ٹورانٹو ایسٹ جماعت کے احباب، خواتین اور بچے حضور انور کے منتظر تھے۔ بچے حضور انور کو دیکھتے ہی استقبالیہ نغمے گانے لگے اور احباب نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ حضور انور نے ایک قطار میں کھڑے اراکین مجلس عاملہ کو شرف مصافحہ عطا فرمایا۔

اس کے بعد حضور انور بچوں اور بچیوں کے گروپس میں تشریف لے گئے جو باری باری استقبالیہ نغمے نہایت خوبصورت آواز میں گا رہے تھے۔ حضور انور نے بچوں میں قلم اور چاکلیٹ تقسیم فرمائے۔ اس کے بعد حضور انور مسجد کے اندر منتظر احباب میں تشریف لائے اور انہیں شرف مصافحہ عطا فرمایا۔ پھر نچلے ہال میں منتظر خواتین میں تشریف لے گئے جہاں بیگم صاحبہ پہلے سے تشریف لے جا چکی تھیں۔

خواتین کے ہال سے واپس آ کر حضور انور مسجد سے قریب ہی واقع ایک احمدی دوست مکرم جاوید احمد صاحب کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں وضو کرنے کے بعد مسجد تشریف لائے اور ڈیڑھ بجے کے قریب ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

دو بجے کے قریب حضور انور قیامگاہ کے لئے واپس روانہ ہوئے اور تین بجے قیامگاہ پہنچے۔

شام نو بج کر دس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ نے مغرب وعشاء کی نمازیں مسجد بیت الاسلام میں جمع کر کے پڑھائیں۔

۲۵ر جون ۲۰۰۴ء بروز جمعۃ المبارک:

صبح پونے پانچ بجے حضور انور نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔

دوپہر ایک بجے حضور انور نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے اپنی رہائشگاہ Ahmadiyya Peace Village سے روانہ ہوئے اور ڈیڑھ بجے انٹرنیشنل سنٹر پہنچے۔ اس سنٹر کے ہال نمبر ۵ میں نماز جمعہ کا انتظام کیا گیا تھا۔

یہ ''انٹرنیشنل سنٹر'' ٹورانٹو شہر کے جنوب مغرب میں واقع مسی ساگا (Mississaga) شہر اور ٹورانٹو Pearson Int. Airport کے نزدیک ائرپورٹ روڈ اور ڈیری روڈ (Deary Road) پر ایک وسیع نمائش گاہ ہے۔ اس میں پانچ بڑے وسیع ہال ہیں اور متعدد چھوٹے ہال، دفاتر اور متعلقہ سہولتیں ہیں۔ اس سنٹر کے ایک بڑے ہال نمبر ۵ جس میں نماز جمعہ کا انتظام کیا گیا تھا اس کا کل رقبہ ایک لاکھ مربع فٹ ہے۔ اس ہال میں 15 ہزار کے لگ بھگ آدمی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ حسن اتفاق سے اس ہال کا رخ قبلہ رُخ پر ہے اس لئے اس میں نماز کے لئے صفیں بنانا آسان ہے۔

ہال کا پہلا ایک تہائی حصہ مردوں کے لئے ریزرو کیا گیا تھا جس کے سامنے ایک چار فٹ اونچا سٹیج بنایا گیا تھا۔ حضور انور نے اس سٹیج پر ہی خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ وعصر جمع کر کے پڑھائیں۔

ہال کا دوسرا ایک تہائی حصہ خواتین کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ دونوں حصوں میں پروجیکشن سکرین کے ذریعہ ویڈیو پر خطبہ دکھایا جاتا رہا۔

MTA کے زیر انتظام یہ خطبہ ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر Live دکھایا گیا۔ دس ہزار سے زائد افراد نے انٹرنیشنل سنٹر میں حضور انور کی اقتداء میں خطبہ جمعہ سنا اور نماز جمعہ وعصر ادا کی۔

حضور انور نے نماز عصر کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

شام چھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ دفتر تشریف لائے اور ڈاک ملاحظہ فرمائی اور دفتری ملاقاتیں کیں۔ اس کے بعد فیملی ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا جو رات ۹ بجے تک جاری رہا۔ جماعت احمدیہ کینیڈا کی 5 جماعتوں پیس ولیج، ونڈسر، ڈرھم، رچمنڈ ہل اور مس سی ساگا۔ اور جماعت احمدیہ یو۔ ایس۔ اے کی پانچ جماعتوں نیوجرسی، میری لینڈ، کیرولینا، فلوریڈا اور ورجینیا کی 48 فیملز کے 312 افراد نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ امریکہ کی مختلف جماعتوں سے آنے والی فیملیز 500 کلومیٹر سے 1500 کلومیٹر تک کا فاصلہ طے کر کے ملاقات کے لئے ٹورانٹو پہنچی تھیں۔

سوا نو بجے حضور انور نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو میں نماز مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھائیں اس کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

۲۶ر جون ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ:

صبح پونے پانچ بجے حضور انور نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔

دس بجے حضور انور دفتر تشریف لائے اور ڈاک ملاحظہ فرمائی۔ اس کے بعد فیملی ملاقاتیں ہوئیں جو دوپہر 11:30 بجے تک جاری رہیں۔

کینیڈا کی پانچ جماعتیں پیس ولیج، ونڈسر، نارتھ یارک، مسی ساگا اور درھم کی ۲۴ فیملیز کے 144 افراد نے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

11:30 بجے نیشنل مجلس عاملہ کینیڈا کے ساتھ میٹنگ ہوئی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کروائی جس سے میٹنگ کا آغاز ہوا۔ حضور انور نے فرداً فرداً ہر سیکرٹری سے اس کے کام کا تفصیلی جائزہ لیا اور موقع پر ساتھ ساتھ تفصیل سے ہدایات بھی دیں۔ یہ میٹنگ دوپہر ڈیڑھ بجے تک جاری رہی۔ میٹنگ کے بعد حضور انور نے نمائش ملاحظہ فرمائی۔ اس کے بعد مجلس عاملہ کے ممبران کے ساتھ گروپ فوٹو ہوا۔

1:45 بجے حضور انور نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو میں نماز ظہر وعصر جمع کر کے پڑھائی۔ اس کے بعد حضور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

سہ پہر پانچ بجے حضور انور دفتر تشریف لائے اور ڈاک ملاحظہ فرمائی۔ اس کے بعد فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں جو رات تک جاری رہیں۔

ان فیملی ملاقاتوں میں کینیڈا کی دس جماعتوں مسی ساگا، کارنیوال، ویسٹن ساؤتھ، وان، بریمپٹن، مارکھم، سسکاٹون، پیس ولیج، کیلگری، ٹورانٹو سنٹرل۔ اور امریکہ کی گیارہ جماعتوں ڈیٹرائٹ، اوہائیو، کیلیفورنیا، نیویارک، Vyoming، فلوریڈا، ورجینیا، جارجیا اور مشی گن کی 66 فیملیز کے 415 افراد نے حضور انور ایدہ اللہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ پاکستان اور ناروے سے آنے والی فیملیز نے بھی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

رات ساڑھے نو بجے حضور انور نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو میں نماز مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھائیں۔ اس کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

Jlebe Travel

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

مرزا محمد رفیع سودا

(میر انجم پرویز)

بنیادی تعارف

مرزا محمد رفیع نام اور سودا تخلص تھا۔ والد کا نام مرزا محمد شفیع تھا۔ پیشۂ آباء سپہ گری تھا لیکن والد سوداگر تھے جو تجارت کے سلسلہ میں کابل سے ہندوستان آئے اور یہیں رہ گئے۔ دہلی میں قیام پذیر ہوئے۔ جہاں ۱۷۱۳ء میں سودا کی ولادت ہوئی اور یہیں سودا نے تعلیم اور پرورش پائی۔

سودا تخلص کرنے کی وجوہ

سودا تخلص کرنے کی دو وجوہات بیان ہوئی ہیں، جو خاصی دلچسپ ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ سودا یعنی ''جنون''، عشق کا اعزاز ہے جس پر ایشیائی شاعری کا دارومدار ہے۔ اس لئے سودا تخلص کیا۔

۲۔ دوسرے یہ کہ چونکہ سودا کے والد سوداگر تھے اس لئے ان کی سوداگری کی رعایت سے سودا تخلص کیا۔

سودا کے اساتذہ

بموجب رسم زمانہ سودا اپنا کلام پہلے سلیمان قلی داد خان وداد کو دکھایا کرتے تھے۔ پھر شاہ حاتم کے شاگرد ہوئے۔ شاہ حاتم اپنے اس شاگرد پر بہت فخر کیا کرتے تھے۔ خان آرزو کے شاگرد نہ تھے مگر ان کی صحبت سے بہت فیضیاب ہوئے اور شعر گوئی میں ان سے بہت فائدہ اٹھایا۔ سودا پہلے فارسی میں شعر کہا کرتے تھے۔ خان آرزو کی ہدایت کے موافق ہی فارسی کو ترک کیا اور اُردو میں شعر کہنا شروع کیا، لیکن فارسی کا شوق اس قدر سرایت کئے ہوئے تھا کہ بالکل علیحدگی محال تھی۔ کچھ نہ کچھ ضرور کہتے تھے۔

سودا کے کلام کی شہرت

سودا کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ ان کا کلام ان کی زندگی میں ہی مشہور ہو گیا اور ان کی استادی کا چرچا اس قدر پھیلا کہ بادشاہِ وقت ''شاہ عالم'' بھی اپنا کلام اصلاح کے لئے دکھانے لگے۔ کچھ عرصہ بعد سودا کو ان سے رنجش ہو گئی اور دربار آنا جانا چھوڑ دیا، مگر دہلی میں بہت سے قدردان رئیس موجود تھے، جنہوں نے سودا کی دلجوئی اور خدمت کو اپنا فخر سمجھا اور کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دی۔

سودا کے کلام کا شہرہ جب لکھنؤ میں نواب شجاع الدولہ نے سنا تو نہایت محبت سے سودا کو بلاوے کا خط لکھا اور زادِ راہ بھی بھیجا، مگر رؤسائے دہلی کی قدردانی نے سودا کو ایسا مستغنی اور فارغ البال کر دیا تھا کہ انہوں نے دہلی کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

سودا ____ دہلی سے لکھنؤ

کچھ مدت بعد زمانے نے پلٹا کھایا۔ مرہٹوں اور مغلوں کے حملوں سے دہلی برباد ہو گئی۔ وہ قدردان اور فن کے جوہری باقی نہ رہے اور وہ دنیا کے ساتھ ساتھ سودا کا ساتھ بھی چھوڑتے گئے، اس لئے سودا کو بالآخر دہلی کو خیر آباد کہنا پڑا اور بعمر ساٹھ سال فرخ آباد پہنچے۔ وہاں کے حاکم نواب احمد خان کی تعریف میں قصیدے کہے۔ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو سودا بھی یہاں سے رخصت ہو گئے اور لکھنؤ میں نواب شجاع الدولہ کی ملازمت حاصل کی۔ تھوڑے دنوں بعد نواب شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا اور نواب آصف الدولہ تخت نشین ہوئے۔ انہوں نے بھی سودا کی خوب قدردانی کی۔

ملک الشعراء کا خطاب

اس زمانہ میں لکھنؤ کے ایک فارسی شاعر ''فاخر مکین'' کی سودا کے ساتھ شعر و شاعری کے معاملہ میں کچھ نزاع ہو گئی اور جھگڑے نے ایسا طول پکڑا کہ نواب آصف الدولہ کے دربار تک نوبت پہنچی۔ اس وقت کے ولی عہد نواب سعادت علی خاں نے نواب آصف الدولہ کے روبرو فیصلہ سودا کے حق میں کر دیا۔ سودا کو ''ملک الشعراء'' کا خطاب ملا اور چھ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ نواب آصف الدولہ سودا پر اس قدر شفقت کی نظر فرمانے لگے کہ بعض اوقات تو سودا کی صحبت کو محل کے عیش و آرام پر ترجیح دینے لگے۔

پہلوانِ سخن مر گیا

جب تک سودا زندہ رہے نواب آصف الدولہ اور اہل لکھنؤ کی قدردانی سے ہر طرح فارغ البال رہے اور ۱۷۸۱ء میں لکھنؤ ہی میں انتقال کیا۔ مرزا کے استاد شاہ حاتم اس وقت زندہ تھے۔ سودا کے انتقال کی خبر سن کر بہت روئے اور کہا:-

''افسوس! ہمارا پہلوانِ سخن مر گیا''

تصانیف

سودا کی کئی تصانیف ہیں، جن میں ایک ''دیوان فارسی'' ہے جو ردیف وار غزلوں اور قصائد پر مشتمل ہے۔ ایک ''دیوان اُردو'' ہے جس میں ہر طرح کا کلام موجود ہے۔ علاوہ ازیں ان کی کلیات میں بہت سے قصائد، مثنویاں، مرثیے اور سلام شامل ہیں۔ نثر میں ایک رسالہ ''عبرۃ الغافلین'' کے نام سے تصنیف کیا، جس میں مرزا فاخر مکین کے فارسی شعراء پر کئے گئے اعتراضوں کے جواب دیے۔ اس کے علاوہ سودا نے ''تذکرہ شعرائے اردو'' بھی لکھا جو اَب ناپید ہے۔

سودا کی قصیدہ گوئی

سودا نے اکثر اصناف سخن میں کامیابی کے ساتھ طبع آزمائی کی، مگر ان کے قصائد اور ہجو سب پر بھاری ہیں۔ سودا نے ہی اردو شاعری میں قصیدہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا محمد حسین آزاد انکی قصیدہ گوئی کے بارہ میں لکھتے ہیں:-

''دوسرے طبقہ تک اگر شعراء نے کچھ مدح میں کہا ہے، تو ایسا ہے کہ اسے قصیدہ نہیں کہہ سکتے۔ پس اول قصائد کا کہنا اور پھر دھوم دھام سے اعلیٰ درجہ فصاحت و بلاغت پر پہنچانا ان کا فخر ہے۔ وہ اس میدان میں فارسی کے نامی شہسواروں کے ساتھ عنان درعنان ہی نہیں گئے، بلکہ اکثر میدانوں میں آگے نکل گئے۔ ان کے کلام کا زور شور انوری اور خاقانی کو دباتا ہے اور نزاکتِ مضمون میں عرفی اور ظہوری کو شرماتا ہے''۔ (آبِ حیات صفحہ ۱۳۵)

ہجو گوئی

سودا کی ہجوؤں کا حال بیان کرتے ہوئے مولانا آزاد لکھتے ہیں:-

''غنچہ نام ان کا ایک غلام تھا۔ ہر وقت خدمت میں حاضر رہتا تھا اور ساتھ قلمدان لئے پھرتا تھا۔ جب کسی سے بگڑتے' تو فوراً پکارتے ــ ارے غنچے! لا تو قلمدان۔ ذرا میں اس کی خبر تو لوں۔ یہ مجھے سمجھا کیا ہے''۔ (آبِ حیات صفحہ ۱۳۶)

سودا کی ہجوؤں میں ذاتیات اور دشنام دہی کے ساتھ ساتھ بالواسطہ طور پر اپنے عصر کی تصویر کشی بھی ملتی ہے۔ شرفاء و امراء کی ردی حالت، غریبوں کی مفلسی، دہلی کے کوتوال کا ظلم۔ یہ سب مناظر آپ کو سودا کی ہجو میں مل جائیں گے۔

مرثیہ نگاری

سودا نے مرثیہ نگاری میں اپنی جدت طرازی کا ثبوت دیا ہے۔ اب تک مرثیہ اکثر مفرد اشعار کی صورت میں غزل نما ہوتا یا چار مصرعوں پر مشتمل مربع شکل میں، لیکن انہوں نے مخمس، مسدس اور مستزاد وغیرہ تمام شکلوں میں پیش کیا۔ علاوہ ازیں مرثیہ نگاری صرف مذہبی دائرہ تک محدود تھی۔ سودا نے اس میں مرقع نگاری، جذبات نگاری، منظر نگاری وغیرہ کا اضافہ کر کے اس کو ایک شاعرانہ رنگ دیا اور نیا اسلوب وضع کیا۔ اس طرح مرثیہ کے ارتقاء میں ان کی خدمت انہیں انیس اور دبیر کا ہمعصر بنا دیتی ہے۔

غزل

سودا کے کلام میں لطفِ غزل کم ہے لیکن اس کے باوجود بھی غزل گوئی میں اپنے وقت کے اساتذہ میں شمار ہوتے تھے حتیٰ کہ میر تقی میر نے انہیں پورا شاعر تسلیم کیا ہے۔ دراصل سوز و گداز اور تصوف جو غزل کی جان ہیں سودا کی غزل میں نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سودا تمام عمر خوشحال اور فارغ البال رہے۔ اس عہد میں تصوف کا حصہ خواجہ میر درد کا ہے اور سوز و گداز میر تقی میر کا۔ معلوم ہوتا ہے سودا کے سامنے بھی اس بات کے چرچے تھے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:-

لوگ کہتے ہیں کہ سودا کا قصیدہ ہے خوب
ان کی خدمت میں لیے مَیں یہ غزل جاتا ہوں

میر اور سودا

مولانا آزاد نے میر اور سودا کا موازنہ کرتے ہوئے ایک واقعہ یوں لکھا ہے:-

ایک دن لکھنؤ میں میر اور سودا کے کلام پر دو شخصوں نے تکرار میں طول کھینچا۔ دونوں خواجہ باسط کے مرید تھے۔ انہیں کے پاس گئے اور عرض کی کہ آپ فرمائیں۔ انہوں نے کہا۔ دونوں صاحبِ کمال ہیں، مگر فرق اتنا ہے کہ میر صاحب کا کلام ''آہ'' ہے اور مرزا صاحب کا کلام ''واہ'' ہے۔ مثال میں میر صاحب کا شعر پڑھا۔

KENWRIGHT & LYNCH SOLICITORS
& COMMISSIONERS FOR OATHS

Our legal advice includes:

Immigration, Asylum , Nationality ,Work Permits, Business Visas, ECO matters & Appeals, Conveyancing, Landlord & Tenants, Family & Ancillary matters, Employment.

Contact:

Muzaffar Mansoor, Solicitor & Expert Witness Asylum Cases

Robyn Lynch, Martin Chambers Solicitors.

2 Mitcham Road Tooting Broadway London SW17 0TF

Tel: 020 8767 1211 Fax: 020 8672 0486.

Freephone: 0800 716929

Email: Kenwrightlynch@legaleys.fsnet.co.uk

LEGAL AID FRANCHISE

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،

مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا

اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

سرہانے میرؔ کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

پھر سوداؔ کا شعر پڑھا:-

سوداؔ کی جو بالیں پہ ہوا شورِ قیامت
خدامِ ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

سوداؔ کا اثر بعد کے شعراء پر

سوداؔ کا اپنے زمانے کے اور بعد کے شعراء پر بہت کچھ اثر پڑا۔ معاصرین کے علاوہ شعرائے مابعد بھی ان کو استاذالاساتذہ مانتے ہیں۔ ذوقؔ نے سوداؔ کے قصائد کو دیکھ کر ایسے بلند اور زوردار قصیدے لکھے کہ قصیدہ گوئی سوداؔ سے شروع ہوئی اور ذوقؔ پر ختم ہوگئی۔ مرثیہ گوئی میں انہیں انیسؔ اور دبیرؔ کا رہنما کہا جاتا ہے۔ سوداؔ کا بعد کے شعراء پر جو اثر تھا اس کو ناسخ نے اپنے ایک شعر میں خوب بیان کیا ہے:-

کب ہماری فکر سے ہوتا ہے سوداؔ کا جواب
ہاں تتبع کرتے ہیں ناسخؔ ہم اس مغفور کا

نمونہ کلام

سوداؔ کے کلام میں سے منتخب اشعار ہدیۂ قارئین ہیں:

وے صورتیں الٰہی! کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں
برسات کا تو موسم کب کا نکل چکا، پر
مژگاں کی یہ گھٹائیں اب تک برستیاں ہیں
قیمت میں ان کے گو ہم دو جگ کو دے چکے اب
اس یار کی نگاہیں اس پر بھی سستیاں ہیں

☆☆☆

گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ براندازِ چمن! کچھ تو ادھر بھی
کیا ضد ہے خدا جانے مرے ساتھ، وگرنہ
کافی ہے تسلی کو مرے ایک نظر بھی
اے ابر! قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے
تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھو لختِ جگر بھی
کس ہستیٔ موہوم پہ نازاں ہے تُو اے یار!
کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجھ کو خبر بھی؟
تنہا ترے ماتم میں نہیں شامِ سیہ پوش
رہتا ہے سدا چاک گریبانِ سحر بھی
سوداؔ! تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

☆☆☆

تجھ عشق کے مریض کی تدبیر شرط ہے
لیکن شفا کو گردشِ تقدیر شرط ہے
سودائے دل کو زلفِ گرہ گیر شرط ہے
دیوانے کے علاج کو زنجیر شرط ہے
ہو خاک راہ عشق میں تا قدر ہو تری
مِس کے طلا بنانے کو اکسیر شرط ہے

☆☆☆

آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مِل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا
سرگرم نالہ ان دنوں میں بھی ہوں، عندلیب
مت آشیاں چمن میں مرے متّصِل بنا
اپنا ہنر دکھائیں گے ہم تجھ کو شیشہ گر
ٹوٹا ہوا کسی کا اگر ہم سے دل بنا

☆☆☆

نیم جاں ہیں یہ تری چشم کے بیمار کئی
مرگئے خنجر مژگان کے دل افگار کئی
کوئی سسکے، کوئی تڑپے ہے، کوئی ہے بے حس
آج دیکھے ترے کوچے کے گرفتار کئی
عشق ہی شرط ہے کیا اے مرض الموت! مجھے
یا رب! انسان کے مرنے کے ہیں آزار کئی
بلبلو! مجھ کو نہ تکلیف کرو نالے کی
ڈوب جائیں گے لہو میں گل و گلزار کئی
خوب دیکھا ہے جہاں، اہلِ جہاں بھی دیکھے
ایک زنداں ہے کہ جس میں ہیں گنہگار کئی

☆☆☆

قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے
اتنا لکھائیو مری لوحِ مزار پر
یاں تک نہ ذی حیات کو کوئی خفا کرے
فکر معاش و عشقِ بتاں، یادِ رفتگاں
اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کِیا کرے

☆☆☆

ہم سا تجھے ہے ایک، ہمیں تجھ سے ہیں کئی
جا دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے میں
سوداؔ! خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں

امدادی کتب

۱۔ آبِ حیات۔ مولانا محمد حسین آزادؔ
۲۔ ہسٹری آف اردو لٹریچر۔ رام بابو سکسینہ
۳۔ مختصر تاریخ اردو ادب۔ ڈاکٹر سید اعجاز حسین
۴۔ اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ۔ ڈاکٹر سلیم اختر
۵۔ کلیات سودا۔ مرزا محمد رفیع سودا

❁❁❁❁

Unique Frans Travel GmbH

یونیک فرانس ٹریول GmbH فرانکفورٹ، جرمنی

یونیک جماعت کے یونیک احباب کے لئے یونیق فرانس ٹریول GmbH آپ کی خدمت میں پیش پیش دنیا بھر میں کسی بھی جگہ خوشگوار فضائی سفر کے لئے خصوصی رعایت کے ساتھ سستی اور یقینی نشستوں کے حصول کے لئے ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اس ضمن میں ہم سے جلد اور فوری رابطہ کریں تا کہ پریشانی سے بچا جا سکے۔

نوٹ: ارزاں ٹکٹوں کے ساتھ ہمارے ہاں اکثر زبانوں میں ترجمہ (Uebersetzung) کی سہولت بھی موجود ہے۔ ہم آپ کی خدمت کے منتظر ہیں۔

Kaiser str . 64 Kaiserpassage 41 - 60329 Frankfurt / M
Tel: 069-24277977 + 069-24450992 = Fax : 069-230600

کیا قلب و جگر کی اپنی یادداشت ہے
CELLULAR MEMORY کا نیا تصور

(مظفر احمد چوہدری)

کچھ عرصہ قبل ڈسکوری ہیلتھ چینل نے ایک حیرت انگیز انکشاف کو جرأت مندی سے منظر عام پر لا کر دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ لازمی بات ہے کہ Transplantation کرنے والے ڈاکٹروں کو تو اس کا علم بہت پہلے سے ہوگا۔ لیکن عوام کے لیے یہ ایک نئی بات ہے۔ Glenn Krawczyk نامی فلم میکر نے یہ فلم تیار کی ہے۔

ہوا یوں کہ organ transplant کے فورا بعد مریضوں نے ایسے نظارے یا خواب دیکھے جن کا تعلق اس مردہ شخص کی زندگی کے ساتھ تھا جس کا عضو ان میں منتقل کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی میں اس مردہ شخص کی خواہشات و معمولات کا عکس بھی آ گیا۔ اگر تو ان کے علم میں ہوتا کہ کس شخص کا عضو ان کو لگایا گیا ہے تو شبہ ہو سکتا تھا کہ انہوں نے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے یہ ڈھونگ رچایا ہے لیکن ان کی لاعلمی ان کی صداقت کا ثبوت ہے۔ بعد ازاں جب انہوں نے معطی کے بارے میں حاصل شدہ معلومات کی تصدیق کی تو وہ حیرت انگیز حد تک درست نکلیں۔ یہاں تک کہ ایک آٹھ سالہ لڑکی نے اپنے دس سالہ معطی قلب کا قاتل ان نظاروں کی مدد سے جو اس نے transplant کے بعد دیکھے تھے پولیس اسٹیشن میں سکیچ بنوا کر گرفتار کرا دیا۔

مزید معلومات Discovery Health Website سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اس نوٹ کی تیاری میں نے متعلقہ فلم Transplanting Memories دیکھ کر کی ہے۔ نیز ویب سائٹ سے استفادہ کیا ہے۔

ویب سائٹ سے ایک اقتباس پیش ہے۔

Dr Candace Pert, a professor at Georgetown University believes the mind is not just in the brain but also exists throughout the body.

'The mind and body communicate with each other through chemicals known as peptides' she explains.

These peptides are found in the brain as well as the stomach, muscles and all of our major organs. I believe that memory can be accessed anywhere in the peptide-receptor network. So a memory associated with food for example may be linked to the pancreas or liver and such associations can be transplanted from one person to another.

ماہرین کو دل معدہ اور دوسرے اعضائے انسانی کے خلیہ جات میں یادداشت ذخیرہ کرنے کے شواھد مل رہے ہیں۔ اگر یہ تحقیق درست ہاتھوں میں آگے بڑھتی ہے تو کیسی کیسی عظیم قرآنی صداقتوں پر روشنی پڑے گی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

❁❁❁❁❁

الفضل کے پرانے شماروں کی حفاظت کریں

الفضل ہمارا جماعتی اخبار ہے۔ ہمارا اخبار دنیاوی آلائشوں سے بالاتر دینی اور دنیوی علوم کا خزانہ ہے۔ قومی امنگوں اور ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ الفضل میں آیات قرآن مجید، احادیث نبویہ، حضرت مسیح موعودؑ کے فرمودہ ملفوظات اور تحریرات کے علاوہ ڈھیروں مقدس حوالہ جات بھی شائع ہوتے ہیں۔ جن کا مطالعہ کرنا، ان کو دوسروں تک پہنچانا، ان پر عمل کرنا اور ان کے ذریعہ بچوں کی تعلیم و تربیت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ ان تمام مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے الفضل کے پرچوں کی حفاظت اور ان کو ترتیب سے ریکارڈ میں رکھنا ہماری اولین ذمہ داری ہے۔ اگر اس کی جلدیں بنوا لی جائیں تو رفتہ رفتہ بہترین لائبریری بن جائے گی۔ جماعتیں اپنی لائبریریوں کے لئے الفضل کی جلدیں بنا کر رکھیں تو اس سے استفادہ کا دائرہ وسیع ہوگا۔

احباب جماعت کی دینی تعلیم و تربیت پر مشتمل یہ مواد احترام کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کو ردّی میں دوسرے اخبارات کے ساتھ فروخت کرنا اس کے احترام کو پامال کرنے کے مترادف ہے۔ اگر سنبھالنا ممکن نہ ہو تو احتیاط کے ساتھ 'ری سائیکل' (Recycle) کریں یا اس طرح تلف کریں کہ ان مقدس تحریرات کی بے حرمتی نہ ہو اور کسی الزام کا پیش خیمہ نہ بنے۔

امید ہے احباب جماعت اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے اور اس سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے اس کے ادب و احترام کو بھی ملحوظ رکھیں گے۔ (ادارہ)

❁❁❁❁❁

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

جماعت احمدیہ بینن کی ترقیات

روزنامہ "الفضل" ربوہ یکم جنوری ۲۰۰۴ء میں مکرم مرزا انوار الحق صاحب مربی سلسلہ نے اپنے مضمون میں بینن میں عظیم الشان ترقیات کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ وہاں انقلابی کامیابیاں تو دراصل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی فرنچ سپیکنگ ممالک میں جماعتی ترقی سے متعلق رؤیا اور آپ کی خاص ذاتی دلچسپی کی مرہون منت ہیں۔ 1996ء تک بینن میں صرف ایک ہزار افراد جماعت احمدیہ سے وابستہ تھے جو کہ کُل 25 گاؤں اور شہروں میں رہائش پذیر تھے۔ اسی طرح کُل آٹھ چھوٹی بڑی احمدیہ مساجد تھیں۔

1997ء میں مرکز نے مکرم حافظ احسان سکندر صاحب کو بینن بھجوایا اور کچھ عرصہ کے بعد آپ کو امیر و مشنری انچارج مقرر کر دیا گیا۔ آپ نے مختلف علاقوں سے دینی علم کا شوق اور دعوت الی اللہ کی لگن رکھنے والے افراد کیلئے ایک تربیتی کلاس لگا کر مختلف زبانیں جاننے والے لوکل معلمین تیار کئے۔ مکرم علی حسینی صاحب جو مراکش سے دینی تعلیم حاصل کر چکے ہیں، کلاس ٹیچر مقرر ہوئے۔ ایک سال تک یہ کلاس جاری رہی اور سولہ احباب نے کامیابی سے یہ کورس مکمل کیا۔

اُس سال کا ایک ہزار بیعتوں کا ٹارگٹ اس ٹیم کے ذریعہ پورا ہو گیا۔ آئندہ سال یہ ٹارگٹ دس گنا کر دیا گیا جو اللہ تعالیٰ نے اس ٹیم کو پورا کرنے کی توفیق دی۔ تیسرے سال بینن، ٹوگو اور نائیجر کا مجموعی ٹارگٹ آٹھ لاکھ پچاس ہزار کر دیا گیا جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے پورا ہوا۔ الحمد للہ۔

آج بینن میں کوئی ایسا شخص نہیں جو جماعت احمدیہ کے نام، عقائد اور خدمات سے واقف نہ ہو۔ اب جماعتوں کی تعداد چار سو تک پہنچ گئی ہے۔ دس مراکز ہیں اور 21 لوکل معلمین سرگرم عمل ہیں۔ نئی جماعتوں میں نظام جماعت کے ساتھ ساتھ ذیلی تنظیموں کو بھی منظّم کیا جا رہا ہے۔ اس قوم کی خصوصیت یہ ہے علمی مجالس خواہ دس گھنٹے کی ہوں، غور سے سنتے ہیں۔ لاکھوں نو مبائعین کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک سو نئی مساجد کا منصوبہ حضورؒ نے عطا فرمایا تو تقریباً ہر جگہ مسجد کے لئے زمین اسی گاؤں یا شہر نے تحفۃً پیش کی۔ اس منصوبہ کے تحت 29 مساجد تعمیر ہو چکی ہیں اور چھ زیر تعمیر ہیں۔ نیز 311 مساجد اپنے اماموں اور مقتدیوں سمیت جماعت کو عطا ہوئی ہیں۔ الحمد للہ

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" بینن میں ایک دفعہ پھر پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی ہے۔ اس وقت تک بینن میں 70 کے قریب بادشاہ احمدی ہو چکے ہیں جن میں سے سب سے بڑے یعنی "کنگ آف پاراکو" (بادشاہوں کی ایسوسی ایشن کے صدر) ہیں جبکہ ان کے سیکرٹری "کنگ آف الاڈا" بھی احمدی ہیں۔ اسی طرح "کنگ آف داسا" جو کہ ایسوسی ایشن کے مینیجر اور بہت بڑے علاقہ کے سردار ہیں، وہ بھی گزشتہ سال احمدی ہوئے ہیں۔ دونوں بڑے بادشاہوں کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بابرکت کپڑے کا ٹکڑا عطا فرمایا تھا۔ یہ بادشاہ کثیر تعداد میں اپنی رعیت کے مالک ہیں اور اپنے اپنے علاقہ میں معزز مقام رکھتے ہیں۔ صدر مملکت سمیت اعلیٰ سرکاری عہدیداران بھی ان کے عقیدت مند ہیں۔ ان میں سے چند بادشاہ پہلے سے مسلمان تھے باقی عیسائی تھے یا بت پرست۔

احمدیت کے لئے ان بادشاہوں کے اتحاد کا نظارہ اس وقت سامنے آیا جب گنی بساؤ میں احمدیت کے خلاف کارروائی کی گئی تو مکرم امیر صاحب نے "کنگ آف پاراکو" سے پوچھا کہ اگر جماعت کے خلاف یہاں بینن میں کارروائی کی گئی تو آپ کیا کریں گے۔ اس پر انہوں نے بادشاہوں کی ایسوسی ایشن کی ایک اجلاس بلایا اور یہی سوال ان سے پوچھا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ "احمدیت کے خلاف بینن میں اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا جب تک ہم زندہ ہیں۔ کیونکہ احمدیت نے ہم کو امن دیا اور ایمان دیا ہے جو کہ ہم سب کو اور ہماری عوام کو پسند ہے"۔ چنانچہ کنگ آف پاراکو نے کہا کہ میں احمدیت کو اس علاقے میں لے کر آیا ہوں اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ انشاء اللہ العزیز میرے جیتے جی احمدیت کے لئے کوئی بُرا نہیں سوچ سکتا۔ اسی طرح ایک موقع پر انہوں نے مخالفِ احمدیت شرپسند ملاؤں سے مخاطب ہوتے ہوئے ریڈیو پر تقریر کی اور کہا کہ جو بھی احمدیت کے متعلق حقیقی علم اور صحیح معلومات لینا چاہتا ہے وہ مجھ سے آکر لے کیونکہ میں بڑی تحقیق اور مطالعہ کے بعد احمدی ہوا ہوں اور خود خلیفہ وقت سے مل بھی چکا ہوں اور احمدیت کی تمام سرگرمیوں سے واقف ہوں۔

بینن میں جلسہ سالانہ چند افراد سے شروع ہوا تھا پھر 1999ء میں ۱۶ویں جلسہ سالانہ میں ڈیڑھ ہزار افراد شامل ہوئے۔ 2000ء میں یہ تعداد چار ہزار ہو گئی۔ اس پر حضورؒ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ جلسہ بینن پچاس ہزار نفوس کا ہو۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے 2002ء میں ہونے والے 18 ویں جلسہ سالانہ کی حاضری حیرت انگیز طور پر 50 ہزار نفوس سے زائد تھی۔ اس میں ڈیڑھ ہزار غیر از جماعت اور کثرت سے نو مبائعین موجود تھے۔ بینن کی 421، ٹوگو سے 26 اور نائیجر سے 14 جماعتوں کی نمائندگی ہوئی۔ کل ستر بادشاہان نے شرکت کی۔ نائیجر کے بڑے سلطان گیارہ افراد کے ساتھ 3 ہزار کلومیٹر کا سفر کر کے تشریف لائے۔ 9 دیگر ممالک سے بھی وفود آئے جن میں برطانیہ، ماریشس، گھانا، نائیجیریا، بورکینا فاسو، ٹوگو، ساؤٹومے، گیبون اور نائیجر شامل تھے۔ جلسہ میں شمولیت کے لئے "کنگ آف پاراکو" 14 بادشاہوں کے ہمراہ گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے۔

مورخہ 8 جون 2000ء کو صدر مملکت جناب عزت مآب "ماتھیو کریکو" نے جماعت احمدیہ کے وفد کو خصوصی ملاقات کے لئے مدعو کیا۔ یہ ملاقات نصف گھنٹہ جاری رہی جس میں صدر مملکت کو احمدیہ عقائد کا تعارف پیش کیا گیا اور بینن میں کئے جانے والے فلاحی پروگراموں سے آگاہ کیا گیا۔ صدر مملکت نے جماعت احمدیہ کے کاموں پر خوشنودی کا اظہار کیا اور بتایا کہ وہ جماعت کی طرف سے بینن میں ہونے والے فلاحی کاموں سے آگاہ ہیں۔ انہوں نے اس ملاقات میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا بھی شکریہ ادا کیا۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

ماہنامہ "مصباح" ربوہ نومبر ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرمہ رابعہ بشریٰ صاحبہ کی ایک غزل سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

یہ اک حقیقت ہے زندگی میں جو تُو نہیں ہے تو جاں نہیں ہے
مگر دلوں میں ہے عکس تیرا کہ نقش تیرا کہاں نہیں ہے
وہ جس نے روح کو سرور بخشا، قرار جاں کو غرور بخشا
وجود ہستی کو نُور بخشا وہ چاہتوں کا نشاں نہیں ہے
مَیں تجھ کو اپنا نصاب لکھوں مَیں تجھ پہ جو بھی کتاب لکھوں
مَیں تجھ کو عظمت کا باب لکھوں، تُو حرف حرفِ بیاں نہیں ہے

مکرم شاہ عالم صاحب شہید

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۷؍ جنوری ۲۰۰۴ء میں مکرم شاہ عالم صاحب شہید بنگلہ دیش کا ذکر خیر کرتے ہوئے مکرم محمد امداد الرحمٰن صدیقی صاحب مربی سلسلہ تحریر کرتے ہیں کہ آپ ۴؍اگست ۱۹۸۹ء کو بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ اس کی تقریب اس طرح پیدا ہوئی کہ جب آپ کے گاؤں راگھوناتھپور باغ کے دو نوجوانوں نے احمدیت قبول کی۔ لوگوں کی شکایت پر آپ نے اُن دونوں کو بلایا اور بات چیت کے بعد اُن سے پوچھا کہ احمدیت کے بارہ میں مزید معلومات کہاں سے مل سکتی ہیں۔ اُن نوجوانوں کے بتانے پر آپ کھلنا میں واقع احمدیہ مسجد میں آئے جہاں مَیں تعینات تھا۔ گفتگو کے بعد آپ نے قبول احمدیت پر آمادگی ظاہر کی۔ مَیں نے سمجھایا کہ اتنی جلدی نہ کریں تو فرمایا کہ اگر بیعت کرنے سے پہلے موت آگئی تو کون ذمہ دار ہوگا۔ چنانچہ بیعت ہوئی۔

مکرم شاہ عالم صاحب کے آباء و اجداد ضلع "چاندپور کوملا" سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد مکرم واحد علی موڑل صاحب بعض دیگر افراد کے ساتھ ہجرت کر کے راگھوناتھپور آگئے۔ آپ کے والد نے آپ کو دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیا چنانچہ آپ دینی مدارس میں تعلیم حاصل کر کے ایک مدرسہ میں درس و تدریس میں مصروف تھے کہ اسی دوران احمدیت قبول کر لی۔ آپ بہت بہادر، دیانت دار اور نافع الناس وجود تھے۔ مسائل میں الجھے ہوئے لوگ آپ کے پاس آتے اور تسکین پاتے۔ قریبی دیہات میں آپ نے کئی مدارس بھی قائم کئے۔ علاقہ میں آپ کا بہت اثر تھا۔ علماء کی انجمن کے سرگرم رکن تھے۔ کئی مولویوں کو مدرسہ میں نوکری آپ کی سفارش سے ملی۔ احمدی ہونے کے بعد یہ سارے سلسلے منقطع ہو گئے۔

آپ کی تبلیغ سے بہت جلد وہاں مضبوط جماعت قائم ہو گئی اور پہلی ہی نشست میں آپ کے تقریباً سارے خاندان سمیت پچاس افراد نے احمدیت قبول کی۔ تین سال میں علاقہ کے دو سو سے زائد افراد احمدی ہو چکے تھے۔ یہ سلسلہ بعد میں بھی جاری تھا۔ آپ اپنی جماعت کے بانی صدر بھی تھے۔ اپنی زمین کے ایک حصہ پر احمدیہ مسجد بنوالی، آپ ہی امام الصلوٰۃ تھے۔ اپنی زمین کے ایک حصہ کو احمدیہ قبرستان کے لئے بھی مخصوص کیا۔

آپ ایک عالم تھے اور اگرچہ بہت بہادری سے مخالفت کا مقابلہ کرتے تھے لیکن شہادت کے روز غیر معمولی طور پر دشمنوں سے نرمی سے پیش آئے اور اُن کے تشدد کے باوجود انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے رہے۔ یہ ۳۱؍اکتوبر ۲۰۰۳ء کا دن تھا اور رمضان کا چوتھا روزہ جب نماز جمعہ کے بعد ایک مولوی کی سرکردگی میں ایک سو سے زائد افراد نے احمدیہ مسجد پر حملہ کر کے توڑ پھوڑ کی اور آپ کو احمدیت چھوڑنے کے لئے دباؤ ڈالا۔ آپ دلائل سے بات کرنا چاہتے تھے لیکن انہوں نے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ جب آپ کو ہسپتال لے جانے کی کوشش کی گئی تو بھی شرپسندوں نے راستہ میں رکاوٹ ڈالی۔ چنانچہ آپ ہسپتال کے راستہ میں ہی شہید ہو گئے۔ آپ کی شہادت کی خبریں تمام قومی اخبارات میں نمایاں طور پر شائع ہوئیں اور متعدد اخبارات میں اداریے اور کالم شائع ہوئے۔ بہت سے بین الاقوامی نشریاتی اداروں کے ٹی وی اور ریڈیو چینلز نے بھی بار بار یہ خبر نشر کی۔

آپ نے اپنی اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی پسماندگان میں چھوڑے ہیں۔ آپ کی بیٹی تحریک وقف نو میں شامل ہے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 11 | Friday July 09, 2004 | Issue No. 28

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورۂ کینیڈا کی بعض جھلکیاں

انٹرنیشنل سینٹر ٹورانٹو میں نماز جمعہ کی ادائیگی۔ دس ہزار افراد جماعت کی شمولیت۔ نیشنل مجلس عاملہ کے ساتھ میٹنگ

کینیڈا اور امریکہ کے دور دراز علاقوں سے آنے والے ہزاروں احباب جماعت نے اپنے محبوب امام سے ذاتی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

(رپورٹ: عبدالماجد طاہر ایڈیشنل وکیل التبشیر)

۲۲؍جون ۲۰۰۴ء بروز منگل:

صبح پونے پانچ بجے حضور انور نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔

صبح دس بجے حضور انور دفتر تشریف لائے اور ڈاک ملاحظہ فرمائی۔ ساڑھے دس بجے فیملی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو ڈیڑھ بجے تک جاری رہا۔ اس دوران کینیڈا کی پانچ جماعتوں آٹوا Ottawa، مانٹریال، نیومارکیٹ، ویسٹن ساؤتھ اور پیس ویلج کی 50 فیملیز کے 275 افراد نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔

آٹوا (Ottawa) اور مانٹریال (Montreal) کی جماعتوں سے ملاقات کرنے والی فیملیز 550 کلومیٹر کا سفر طے کر کے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کرنے کے لئے پہنچی تھیں۔

پونے دو بجے حضور انور نے مسجد بیت الاسلام تشریف لا کر نماز ظہر وعصر پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور نے سیدہ میمونہ بیگم صاحبہ آف مسی ساگا جماعت کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ مرحومہ نے ۱۹؍جون ۲۰۰۴ء کو وفات پائی۔ آپ موصیہ تھیں اور حضرت سید محمود عالم صاحب صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ ان کے خاوند یار محمد خان صاحب، حضرت صوفی احمد جان صاحب کے نواسے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی حرم محترمہ کے بھانجے تھے۔ نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

سہ پہر پانچ بجے حضور انور دفتر تشریف لائے اور ڈاک ملاحظہ فرمائی۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے فیملی ملاقاتیں فرمائیں۔ ملاقاتوں کا یہ سلسلہ رات دس بجے تک جاری رہا۔ کینیڈا کی دس جماعتوں آٹوا، مانٹریال، نیومارکیٹ، ویسٹن ساؤتھ، کنگسٹن، سکاربرو، نارتھ یارک، ٹورانٹو سنٹرل، ویسٹن نارتھ، پیس ویلج اور امریکہ کی ریاست مشی گن (Michigan State)، کیلی فورنیا سٹیٹ، نیویارک سٹیٹ، لوزیانہ (Lousiana State) اوہایو (Ohio State) سے آنے والی فیملیز نے حضور انور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اس طرح کینیڈا اور امریکہ کی ان جماعتوں سے 70 فیملیز کے 501 افراد نے حضور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔

سوا دس بجے حضور انور نے نماز مغرب وعشاء مسجد بیت الاسلام میں جمع کر کے پڑھائیں۔

۲۳؍جون ۲۰۰۴ء بروز بدھ:

صبح پونے پانچ بجے حضور انور نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔

صبح دس بجے حضور انور دفتر تشریف لائے اور ڈاک ملاحظہ فرمائی۔ اس کے بعد فیملی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو دوپہر ڈیڑھ بجے تک جاری رہا۔ کینیڈا کی سات جماعتوں، مالٹن، پیس ویلج، ویسٹ ساؤتھ، وان، بریمپٹن، مانٹریال اور ٹورانٹو سینٹرل کی 49 فیملیز کے 337 افراد نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔

پونے دو بجے حضور انور نے مسجد بیت الاسلام تشریف لا کر نماز ظہر وعصر جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائش گاہ تشریف لے گئے۔

سہ پہر پانچ بجے حضور انور ایدہ اللہ دفتر تشریف لائے اور ڈاک ملاحظہ فرمائی۔ اس کے بعد فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں جو رات سوا نو بجے تک جاری رہیں۔ کینیڈا کی چار جماعتوں مانٹریال، ویسٹ نارتھ، رچمنڈ ہل، مسی ساگا اور امریکہ کی کیلی فورنیا سٹیٹ، اوہایو سٹیٹ، ورجینیا، روچیسٹر، واشنگٹن ڈی سی اور پین سلیوینیا سے 69 فیملیز کے 397 افراد نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ امریکہ کی مختلف جماعتوں سے آنے والے احباب 250 کلومیٹر سے لے کر 3000 کلومیٹر تک کا فاصلہ طے کر کے ملاقات کے لئے پہنچے تھے۔ ساڑھے نو بجے حضور نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو تشریف لا کر مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ اس کے بعد حضور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے

۲۴؍جون ۲۰۰۴ء بروز جمعرات:

صبح پونے پانچ بجے حضور انور نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔

حضور انور ایدہ اللہ صبح نو بجے کے قریب اپنی قیامگاہ سے ٹورانٹو شہر کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور انور کے ہمراہ مکرم سید طارق احمد صاحب اور ان کی فیملی کے ممبران بھی تھے۔

قریباً چالیس منٹ کے سفر کے بعد حضور انور اونٹاریو جھیل کے کنارے پہنچے تو The Rosemary نامی کشتی کے عملہ نے حضور انور اور بیگم صاحبہ کا استقبال کیا۔ دس بجے سے گیارہ بجے کے درمیان اس کشتی میں حضور انور نے جھیل کی Toronto Inner Harbour کی سیر کی۔ درجہ حرارت معتدل تھا اور خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔ جھیل کی سیر کے لئے یہ نہایت موزوں موسم تھا۔ حضور انور مع بیگم صاحبہ و افراد خاندان کشتی کی Lounge میں تشریف فرما تھے جبکہ خدام کشتی کے UPPer Deck پر چلے گئے۔

کشتی ٹورانٹو ائرپورٹ کے سامنے سے گزرتی ہوئی چھوٹے چھوٹے جزیروں کے درمیان چلتی رہی۔ کشتی جب بھی رخ موڑتی تو ایک نیا منظر سامنے ہوتا۔ جیسے جیسے کشتی شہر کے کنارے سے دور ہوتی گئی ٹورانٹو شہر کی خوبصورت فلک بوس عمارتیں جھیل کے کنارے پر نہایت خوبصورت نظر آتیں۔ خاص طور پر CN Tower اور Sky Dome جو ٹورانٹو شہر کی پہچان بن چکے ہیں مختلف زاویوں سے ہر دفعہ پہلے سے زیادہ نکھر کر سامنے آجاتے۔

Toronto Inner Harbour جھیل کا وہ محفوظ کونہ ہے جو ٹورانٹو کے سامنے واقع چھوٹے چھوٹے جزیروں اور ٹورانٹو شہر کے درمیان ہے۔ ان جزیروں کو Toronto Islands کہتے ہیں۔ ان کے شمال مغربی کونہ پر Toronto City Central Airport ہے جس کا شہر سے کوئی زمینی رابطہ نہیں ہے بلکہ اس پر آنے کے لئے فیری (Ferry) چلتی ہے۔

جھیل اونٹاریو، شمالی امریکہ کی پانچ عظیم جھیلوں Great Lakes میں سے پانچویں نمبر پر ہے۔ اس کا رقبہ 19000 مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی شکل لمبوتری ہے اور یہ تقریباً شرقاً غرباً واقع ہے۔ اس میں پانی زیادہ تر دوسری عظیم جھیلوں میں سے دریائے نیاگرا کے ذریعہ آتا ہے۔ اور اس دریائے نیاگرا پر مشہور عالم ''نیاگرا آبشار'' ہے۔

کینیڈا کی موجودہ آبادی کا ایک چوتھائی حصہ اب اونٹاریو کے جنوبی حصہ میں اس جھیل کے کنارے آباد ہے۔ اس جھیل کے کنارے پر واقع مشہور شہر ٹورانٹو، ہملٹن، کنگسٹن، کینیڈا میں مشہور ہیں اور راچسٹر شہر (Rochester City) امریکہ میں ہے۔ جس سے اس جھیل کی لمبائی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس علاقہ میں امریکہ اور کینیڈا کا بارڈر بھی یہی جھیل بناتی ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ کینیڈا کا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ اونٹاریو (Ontario) کا نام اسی جھیل کے نام پر رکھا گیا ہے۔

حضور انور ازراہ شفقت Upper Deck پر تشریف لائے اور خدام کی تصاویر بھی لیں۔ اس کے بعد حضور واپس نیچے لاؤنج میں تشریف لے گئے۔

کشتی کی سیر کے بعد حضور انور ٹورانٹو کو ساری دنیا میں متعارف کرانے والی اور دنیا کی بلند ترین عمارت CN Tower دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ ٹاور 553 میٹر (1,815 فٹ) بلند ہے۔ اس سے دوسرے نمبر پر بلند ماسکو کا Ostankino Tower ہے جو 540 میٹر (1,771 فٹ) ہے اور تیسرے نمبر پر بلند ترین عمارت شکاگو امریکہ کا سینٹر ٹاور (Centre Tower) ہے جو 520 میٹر (1.707 فٹ) بلند ہے۔ 1995ء میں امریکن سوسائٹی آف سول انجینئرز نے CN Tower کو جدید دنیا کے سات عجائبات (Seven Wonders of the Modern World)

باقی صفحہ نمبر ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔